

# مجموعہ کلام آنس و دیر

## مرتبہ نظامی بدآیوں

مطبوعہ نظامی پر لیں بدآیوں

# آنپس و دیر

کے

## پاچ مرشیوں کا مجموعہ

جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کن آگرہ والہ آباد اور ہندوستان

کی دوسری یونیورسٹیوں کے بے اے کے نصاب میں

داخل ہیں

## فہرست مضمایں

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ از مولف	_____
۲	میر انیس کے مختصر حالاتِ زندگی	_____
۳	مرزاد بیر کے مختصر حالاتِ زندگی	_____
۴	جب رن میں سر بلند علیٰ کا علم ہوا (میر انیس)	_____
۵	بخارا فارس میدن تھور تھاڑ	_____
۶	پھوٹا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح	_____
۷	پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی (مرزاد بیر)	_____
۸	گلگونہ رُ خسارِ فلک گرد ہے رن میں تشریح اسماء متعلقین امام حسینؑ	_____
۹	تشریح اسماء متعلقین یزید ملعون	_____

# ایک احساس

ہم نے اس نادر و نایاب کتاب کو اپنے چچا زاکرِ اہلیت حاجی مداح حسین صاحب کی چھوٹی سی لائبریری میں دیکھا جو کہ تقریباً ۷۷ سال پرانی تھی اور ماہ و سال کی گرد نے اس کے اوراق کو نہایت سخت اور بوسیدہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے اکثر پلٹتے ہوئے اس کے اوراق ٹوٹ جاتے تھے۔ یہ کتابیں ہمارا ایسا قیمتی سرمایا تھا کہ جن کو ضائع کر کے نہ صرف ہم نے اپنی آدبی حیثیت ختم کر دی بلکہ مذہبی لگاؤ بھی ناپید ہو گیا۔ جب سے مغرب کے پورودہ لوگ با اختیار ہوئے تو انہوں نے تعلیمی نصاب کا قبلہ ہی بدل کے رکھ دیا۔ میر انیس صاحب کی شاعری میں واقعاتِ کربلا کو اس طرح جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں خاندانِ رسول کی محبت اور اُن کا درد پیوست ہو کر رہ جاتا ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اُس وقت لوگ علمی مباحثے تو کرتے تھے لیکن اسلام کے نام پر مسجدوں اور امام بارگاہوں کو بیگناہوں کے خون سے رنگنے کا تصور تک نہیں تھا۔ بہر حال یہ تو ایک درد تھا جس کا یہاں معمولی سا اظہار کیا گیا۔ ہماری کوشش کا مقصد یہ ہے کہ اس قریب المrg کتاب کو دوبارہ زندہ کیا جائے ممکن ہے کہ اس طرح کسی کے مطالعے کی دسترس تک پہنچ سکے۔ اوراق کی بوسیدگی کی وجہ سے بعض مقامات پر پورے بند کے بند غائب ہیں۔ لیکن بعض جگہ سیاق و سبق اور الفاظ و محاوروں کی مدد سے ادھورے مصروعوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ اور اُن نمبر پر سرخ رنگ میں ستارے کا نشان لگا دیا گیا ہے۔

کتابت

مختر حسین عاصم

## دیباچہ از مؤلف

نظمی بدایوں پر لیس کی مطبوعہ چار جلدیں جن کی ترتیب و تصحیح مولانا علی حیدر طباطبائی مرحوم نے فرمائی اس قدر مقبول ہوئیں کہ پہلی جلد کی کوئی کاپی باقی نہ رہی اور دوسری جلد کے بھی دو چارہی نسخہ رہ گئے ہیں موجودہ کساد بازاری کہ جس سے کتابوں کی تجارت بھی مستثنی نہیں کوشش کی جا رہی کہ ان کتابوں کے دوسرا یا ایڈیشن جلد سے جلد چھاپے جائیں میر انیس کے کلام کی مقبولیت اب مجالس عزادک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس کی رسائی ادبی حیثیت علمی اداروں تک بھی ہوئی ہے میر صاحب کے کلام کی پہلی جلد ال آباد یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان میں داخل ہے۔ اور میر صاحب کے تین مرثیے جو اس مجموعے میں شامل ہیں جامعہ عثمانیہ اور آگرہ یونیورسٹی نے بھی اپنے نصاب میں داخل کیے ہیں۔ میر انیس کے ان تین مجموعوں کے علاوہ ہم نے اس مجموعے میں مرزادیر کے دو مرثیے بھی شامل کر دیے ہیں۔ اس وقت پانچ مرثیوں کے اس مجموعے کو شائع کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ یہ پانچوں مرثیے ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں بی اے کے طلباء تک پہنچ جائیں تاکہ انہیں مراثی کی ضخیم جلدیں خریدنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ ان پانچ مرثیوں کی تصحیح میں ہم نے اپنی تمام امکانی کوششیں صرف کر دی ہیں میر انیس کے تین مرثیے تو نظمی پر لیس کی مطبوعہ جلد وہ سے لیے گئے ہیں اس لیے ان میں تصحیح کی زیادہ زحمت نہیں اٹھانی پڑی البتہ کتابت کی بعض غلطیاں ایں بھی درست کی گئیں۔ مرزادیر کے دو مرثیے جو آخر میں درج ہیں وہ نو لکشوری جلد سے لیے گئے ہیں جس میں کتابت کی غلطیوں نے مصروف کے مصروف اور بند کے بند مسخ کر دئے ہیں اس کی تصحیح میں ہم نے ان لوگوں سے بھی مدد لی ہے کہ جن کے حافظے میں مرزادیر کے کلام کا زیادہ حصہ محفوظ ہے اس کے علاوہ سبق و سبق اور الفاظ و محاورات کی تحقیق سے مدد لے کر ان کی تصحیح کی۔ ان کوششوں کے ذریعے اس مجموعے کو اس قابل بنایا گیا کہ طلباء ایس و دیر اس کے مطالعے سے تصحیح طور مستفید ہو سکیں۔ اس کے علاوہ ان ناموں کی نہرست بھی اس میں شامل کر دی گئی ہے کہ جو ان مرثیوں بار بار آتے ہیں اور ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے پہلا حصہ امام حسینؑ کے اعز اور فقاء پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصے میں مخالفین کے نام ہیں اور ان کی تشریع ہے ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ سعی مشکور ہوگی۔

خاکسار

## میر انیس کے مختصر حالات

میر ببر علی نام میر مستحسن علی خلیق کے صاحب زادے اور میر حس کے پوتے تھے بزرگوں کا وطن دہلی تھا اُن کے پردادا میر غلام حسین ضاحک انتقلابِ دہلی کے بعد فیض آباد چلے آئے اس زمانے میں میر حسن جوان تھے نواب آصف الدولہ نے جب فیض آباد کو چھوڑ کر لکھنؤ کو واپنا دار الحکومت بنایا تو میر حسن بھی لکھنؤ آگئے۔ میر انیس فیض آباد میں پیدا ہوئے تاریخ پیدائش کی تحقیق نہیں مگر چونکہ انتقال ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ

بمطابق دسمبر ۱۸۷۷ء ہے اور انتقال کے وقت اُن کی عمر ۷ برس بتائی جاتی ہے تو اس حساب سے سال پیدائش ۱۸۰۳ء بمطابق ۱۴۲۰ھ ہے۔ میر صاحب عربی فارسی اور مذہبی علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ بھی مذہبی مسائل سے بھی بخوبی آگاہ تھیں۔ اُن کی تربیت کا اخلاقی اثر میر صاحب پر بہت گہرا پڑا یہی وجہ ہے کہ میر صاحب غصے اور حرارت کے موقع پر بھی مخالفین کے لیے وہ لفظ استعمال نہیں کرتے تھے جو تہذیب سے گردے ہوئے ہوں۔ میر صاحب اپنے والد میر خلیق کے شاگرد تھے ابتداء میں غزل بھی لکھتے تھے مگر بعد میں اپنے والد کی نیحہ پر یہ شوق ترک کر کے مرثیہ لکھنا شروع کیا اور اسی میں کمال حاصل کیا۔ متنانت، سلاست، شَفَقْتَلی، اثر فصاحت اور آؤ روڈ میں بھی آمد کی شان پیدا کر دینا میر صاحب کے کلام کا خاصہ تھا اس میں کوئی شک نہیں کہاں کے کلام میں رزم سے بزم کا درجہ زیادہ بلند ہے لیکن رخصتی، مناظر اور فضا کی تصویریں بے مثل کھنچتی ہیں۔ بڑے بڑے مسئلے اور سخت سے سخت مراحل سادہ الفاظ میں اس آسانی سے نظم کر دیتے ہیں کہ اُن کی قادر کلامی پر حیرت ہوتی ہے۔ خود داری اور عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے مگر یہ باتیں اپنی جائز حدود سے متباہز نہ تھیں حالانکہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی لیکن ہمیشہ دہلوی النسل ہونے پر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔ مرثیہ گوئی کے ساتھ مرثیہ خوانی میں کمال حاصل تھا زبان سے جو مفہوم ادا کرتے اشارات سے اُس کی تصویر کھنچ دیتے تھے۔ آواز بھی بلند اور دلکش پائی تھی۔ قدیم شرفاء کی طرح وضع کے پابند تھے قد متوسط مائل بدرازی تھا بدن چھر ریا چہرہ اکتابی رنگ گندمی تھا لمبی وضع دار موچھیں، باریک کتری ہوئی داڑھی چو گوشیہ ٹوپی، ڈھیلی مہری کا پائچا جامہ گھیرے دار کرتا اور گھنٹلا جوتا اُن کی وضع کی خصوصیات تھیں باوقات اور قناعت پسند تھے لکھنؤ میں تالا ب کٹورے کی کر بلا میں دفن ہوئے سرے مدفن نام اور تاریخ وفات کی تختی نصب ہے



## مرزاد بیر کے مختصر حالات

مرزا اسلام علی نام۔ مرزا غلام حسین کے صاحبزادے تھے اجمادی الاول ۱۸۲۱ھ کو ہندوستان کے شہر ملی کے محلہ ملی ماراں میں پیدا ہوئے ان کے بزرگوں میں مرزا محمد رفع المخلص برقیع مصنف قصیدہ اور روضہ رضوان تھے اور جدا علی شراز کے مشہور شاعر ملا اہلی برادر حقيقة ملا ہاشم شرازی مصنف مشتوفی سحر بلال ہیں۔ مرزا صاحب جب لکھنؤ آئے تو ان کی عمر ۷ سال تھی۔ ان والدہ لکھنؤ کی تھیں اس سلسلے سے مستقل وطن لکھنؤ ہو گیا مرزا صاحب کی زوجہ میرا نشانہ خان دہلوی کی نواسی تھیں مرزا صاحب ۱۲ سال کی عمر میں فارسی اور کچھ عربی پڑھ چکے تھے کہ شاعر کا شوق پیدا ہوا ان کے آدشاں والدیہ شوق اور مرزا کی قدرتی زہانت دیکھ کر میر ضمیر کی خدمت میں لے گئے میر ضمیر کی فرماںش پر مرزا صاحب نے انہیں یہ قطعہ سنایا

کسی کا کندہ گنینے پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے

عجّب سراہے یہ دنیا کہ جس میں شام و سحر  
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

اسی جلسے میں میر نصیر نے دیر تخلص تجویز کیا۔ مرزاصاحب شاعری کے شوق کو جاری رکھتے ہوئے ترقی تعلیم میں مصروف رہے اور مرزا کاظم علی، مولوی فدائلی، ملا مہدی ما زندانی جیسے مستند علماء سے علوم عربی کی تکمیل کی مرزاصاحب غزل بھی لکھتے تھے مگر مشاعروں شرکت پسند نہ تھی مرزامحمد رضا برقت کے اصرارِ رأنا کے مشاعرے میں اثر مک ہوئے اور غربِ برطانی جسرا کام مطلع ہے

دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں قبر بلب کی بنے گزار میں

مرزا صاحب ٹھمریاں وغیرہ بھی کہتے تھے جو نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی فرماں ش پر لکھی جاتی تھیں مرثیہ گوئی میں وہ کمال حاصل کیا جس کی عزت و شہرت محتاج بیان نہیں مرزا صاحب کے مرثیوں میں بلا غلط، بلند پروازی، دقت پسندی اور شوکت الفاظ نمایاں خصوصیات ہیں رزم پر بزم کو ترجیح ہے اور بین خاص طور پر خوب لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے سوز پڑھنے والے مرزا صاحب کے مرثیے زیادہ پڑھتے ہیں مرثیہ خوانی میں بھی مرزا صاحب کارنگ میر صاحب سے علیحدہ تھا آپ کے پڑھنے میں ایک خاص قوت اور جوش ہوتا تھا۔ اشارات اور حرکات سے کام لینا پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مرثیہ خوانی میں اشاروں کا تعلق اس زیادہ نہیں ہونا چاہیے جتنا عام گفتگو میں ہوتا ہے مرزا صاحب کا رنگ پکاسانو لاقد متوسط مائل بے بلندی دھرا جسم بڑی بڑی آنکھیں دو انگلیں پنجی داڑھی رکھتے تھے۔ ڈھیلا پائجاما اسکے نیچے جانگھیا گھٹنوں سے نیچے کرتا اور اُس کے نیچے شلوکہ اور گھینٹلا جوتا پہنتے تھے حافظہ بہت زبردست تھا ۳۰ محرم ۱۲۹۲ھ کو انتقال ہوا بحساب قمری ۲۷ اور بحساب سشمی ۲۷ سال عمر پائی لکھنو کے محلہ نخاس (کوچہ دبیر) میں دفن ہوئے



# میر انیس

جب رن میں سر بلند علیٰ کا علم ہوا      فوج خدا اپے سائے آبر کرم ہوا  
 چرخ زبر جدی پے تسمیم خم ہوا      پنجے پسات بار قصدق حشم ہوا  
 دیکھانہ تھا علم جو کبھی اس نمود کا  
 دونوں طرف کی فوج میں غل تھادر و دکا

۲

وہ شان اُس علم کی وہ عباس کا جلال      غل زمر دی کے تلے تھا علیٰ کا لعل  
 پنجے پے جان دیتی تھیں پر یوں کا تھایہ حال      غل تھا کہ دوش حور پے بکھرے ہوئے ہیں بال  
 ہر لہر آبدار تھی کوثر کی موج سے  
 طوبی بھی دب گیا تھا پھر یہ کی عونج سے

۳

تحانچ تن کا نور جو پنجے پے جلوہ گر      عجمی کی پتلیوں میں بھی تھار و شنیوں کا گھر  
 زرے شارکرتے تھے اٹھ اٹھ کے اپنا زر      تکتے تھے فوق سے تو ملک تحت سے بشر  
 اللہ ری چمک علم بو تراب کی  
 تارِ نظر بنا تھا کرن آفتاب کی

۴

قربان احتشام علمدار نامور      رُخ پے جلالت شہ مرداں تھی سر بسر  
 چہرا تو آفتاب سا اور شیر سی نظر      قبصے میں تعمیر میں زرہ دوش پر سپر  
 چھایا تھا رُعب لشکر ابن زیاد پر  
 غل تھا چڑھے ہیں شیر الہی جہاد پر

۵

وہ نور وہ شکوه وہ توقیر وہ کرم      وہ عونج وہ جلال وہ اقبال وہ حشم  
 گرتی تھی برق فوج مخالف پے دمدم      پنجے کی وہ چمک وہ سرافرازی علم

کیا رفت نشان سعادت نشان تھی  
سائے میں جس نشان کے طوبی کی شان تھی

۶

عالم میں پنجن کی بزرگی ہے آشکار  
یہ ششہت انہیں کے قدم سے ہے برقرار  
آٹھوں بہشت ملتی ہیں مولا کے نام سے  
بیعت کرو حسین علیہ السلام سے

۷

غروف سے جھانک جھانک کے بولی ہر ایک حور  
یا رب رہے نگاہ بد اس کی خیا سے دور  
پنج ہے یہ کہ ایک جگہ پنجن کا نور  
جلوے ہیں سب محمد و حیدر کی شان کے  
قربان اس جواں کے ثمار اس نشان کے

۸

آگے کبھی نہ دیکھی تھی اس حسن کی سپاہ  
دیکھیں کسے کسے کہ ہے ایک ایک رشک ماہ  
دنیا بھی خوبیوں کا مرقع ہے واہ واہ  
جاتی ہے جس کے رُخ پ تو پھرتی نہیں نگاہ  
دیکھو انہیں دمou سے ہے رونق زمین کو  
چُن کر حسین لائے ہیں کس کس حسین کو

۹

شہرہ بہت تھا حسن میں کنعاں کے ماہ کا  
قصہ سنا ہوا تھا زینخا کی چاہ کا  
یاں آفتاب کوئیں یار انگاہ کا  
سنتے تھے ہم کہ عالم ایجاد وزشت ہے  
ایسے چمن کھلے ہیں کہ دنیا بہشت ہے

۱۰

بمشکلِ مصطفیٰ کا ہے کیا حسن کیا جمال  
صحیب ہے اور شبِ گیسو ہیں بے مثال  
یلب یہ خط یہ چشم یہ آبرو یہ رُخ یہ خال  
یاقوت و مشک و نرگس و نجم و ماہ و هلال  
اک گل پیاں ہزار طرح کی بہار ہے  
چہرہ نہ کہیے قدرت پروردگار ہے

۱۱

لختِ دلِ حسن بھی ہے کس مرتبہ حسین  
جس کے چراغِ حسن سے روشن ہے سب زمیں  
یہ زلفِ مشک بیز یہ آئینہ جبیں سرمایہِ خطا و ختن کائناتِ چیں  
رُخ کی بلا کیں لیتی ہیں پریاں کھڑی ہوئی  
سہرے کی ہر لڑی سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی

۱۲

نامِ خدا ہیں عون و محمد بھی کیا شکلیں  
اک مہر بے نظیر ہے اک بدر بے عدیل  
آفرونختہ ہیں رُخ یہ شجاعت کی ہے دلیل  
ہمت بڑی ہے گوکہ ہیں عمریں ابھی قلیل  
مثلِ علیٰ ہیں جنگ و جدل پر تلے ہوئے  
دونوں کے نیچوں کے ہیں ڈورے کھلے ہوئے

۱۳

عباس نامور بھی عجب سچ کا ہے جواں  
نازاں ہے جس کے دوشِ منور پر خودنشاں  
جزء کا رعب صولتِ جعفر علیٰ کی شان  
ہاشم کا دلِ حسین کا بازوِ حسن کی جاں  
کیونکر نہ عشق ہو شہر گردوں جناب کو  
حاصل ہیں سیکڑوں شرفِ اس آفتاب کو

۱۴

اُس مہر کو تو دیکھو یہ زرے ہیں جس کے سب  
سرتاجِ آسمان و زمیں نورِ عرشِ رب  
اَہر کرمِ خدا و عجمِ خسرو عرب  
عالیٰ ہممِ امامِ اُمم شاہِ تشنه لب

جنباں زبانِ خشک ہے زکرِ اللہ میں  
گویا کھڑے ہیں ختمِ رسولِ رزمگاہ میں

۱۵

ایک ایک آبروِ عرب فخرِ روزگار  
لڑکوں میں سبز رنگ کوئی کوئی گلغذار  
کیا فوج تھی حسینؑ کی اُس فوج کے نثار  
جرّار و دیس پناہ نمودار و نامدار  
فوجیں کوئی سماں تھیں اُنکی نگاہ میں  
وہ سب پلے تھے بیشه شیرِ اللہ میں

۱۶

ایک ایک ملکِ جرات و همت کا بادشاہ  
آنکھیں غزالِ رشک مگر شیر کی نگاہ  
کیوانِ خدم سپرِ حشم عرشِ بارگاہ  
وہ رُعب چتنوں میں کہ اللہ کی پناہ  
دیکھا تو دل کو توڑ کے برچھی نکل گئی  
آبرو زرا جو ہل گئے تلوارِ چل گئی

۱۷

وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولوں  
بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے  
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے  
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا  
جب پعلؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۱۸

اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے  
گر آج مر گئے تو قیامت تک جئے  
یہ نیچے نہ لیوں گے دم بے ہوئے  
صد فہوں اس قدم پر یہ سر ہیں اسی لیے  
آقا کے آگے لطف ہے تنقی آزمائی کا  
آج آپ دیکھیے گا تماشا لڑائی کا

۱۹

بچپن پہ خادمان اولوالعزم پہ نہ جائیں  
 جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں  
 تن تن کے روکیں برجھیں نہیں کس کے زخم کھائیں  
 بھلی گرے تو منہ پہ جھک کر سپرنہ لائیں  
 جھکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکالیے  
 بڑھ کر ہٹیں جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

۲۰

کہتے تھے مسکرا کے یہ زینب کے دونوں لعل  
 کھلتے ہیں خود دلیروں کے جو ہرم جدال  
 ہر وقت چاہیے مد شیر زوالجلال  
 نعروہ ابھی کریں تو ہے عرصہ قاتل  
 اُتری ہے تمع جن کے لیے وہ دلیر ہیں  
 سب ہم کو جانتے ہیں کہ شیروں کے شیر ہیں

۲۱

یہ چھبھے جو کرتے تھے باہم وہ گلغدار  
 شیر دیکھتے تھے سنکھیوں سے بار بار  
 پاس آکے عرض کرتے تھے عباس نامار  
 سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاثمار  
 جرات ٹپک رہی ہر اک کے کلام سے  
 یہ نیچے رکیں گے بھلافونج شام سے

۲۲

یہ سن یہ زور و شور یہ عمریں یہ آن بان  
 یہ بھولے بھالے منہ یہ جوانہ دیاں یہ شان  
 چلتی ہے زلفقار علیؑ کی طرح زبان  
 باقیں رجز سے کم نہیں اللہؑ کے خوش بیان  
 کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیز سنبھالے ہیں  
 جیسے چلن لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۲۳

نینبؑ کے لاڈلوں کی طرف دیکھیے حضور  
 مثل عرق ٹپتا ہے پیشاںیوں سے نور  
 رُخ پہ جلال شیر خدا کا ہے سب ظہور  
 پرتو گلوں کا ہے کہ چمکتی ہے برق طور

دونوں میں صاف حیدر و صدر کے طور ہیں

اللہ کی پناہ یہ نیور ہی اور ہیں

۲۳

مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف

سینوں کو غازیوں نے ادھر کر دیا ہدف

یہ ذکر تھا کہ بجھے لگا طبل اُس طرف

تیروں نے رُخ کیا سوئے ابن شہبز

تحاب سکہ شوق جنگ ہر اک رشک ماہ کو

جو ش آگیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۲۵

فوجوں پہ جا پڑیں یہ دلوں کو ہوئی امنگ

بے چین ہو گئے فرس ابلق و سر نگ

غصے سے آفتاں ہوئے مہوشوں کے رنگ

تن تن کے برچھیاں جو سنجا لیں براۓ جنگ

پاس ادب سے شاہ کے صفت بڑھ کے تھم گئی

پڑھی ہر اک سوار کی گھوڑے پہ جم گئی

۲۶

بھالا کسی نے رکھ لیا کا ندھے پہ جھوم کے

ٹکڑے اڑائیں گے عمر و شرم شوم کے

کہتا ہوا بڑھا کوئی قبضے کو چوم کے

بولا کوئی یغول ہیں کیا شام و روم کے

نامرد ہیں جو آنکھ چراتے ہیں مرد سے

دونوں کو چار کر کے پھریں گے نبرد سے

۲۷

بل کھا کے رُخ پہ زلف کسی کی اکڑ گئی

منھ سُرخ ہو گیا شکن ابرو پہ پڑھ گئی

دو لاکھ سے نظر کسی غازی کی لڑگئی

چتوں کسی کی شور دہل سے بگڑ گئی

نکلا کوئی سمند کو زانو میں داب کے

غصے سے کوئی رہ گیا ہونٹوں کو چاپ کے

۲۸

بڑھ کر کسی نے تیر ملایا کمان سے  
نعرہ کسی کا پار ہوا آسمان سے  
نیزا کوئی ہلانے لگا آن بان سے  
تلوار چنج لی کسی صدر نے میان سے  
اک شور تھا کرتخ کیا ہے حیات کو  
لاشوں سے چل کے پاٹ دونہ فرات کو

۲۹

سنستہ ہی یہ کلام جوانان نامور  
کہتے تھے نیچے لیے وہ غیرتِ قمر  
لڑکے الگ کھڑے ہوئے غول اپنا باندھ کر  
یا رَبِّ شکست کو فیوں کو دے ہمیں ظفر  
سر کے نہ پھروغا سے جو بڑھ کر قدم گڑے  
جا کر درِ یزید پہ اپنا علم گڑے

۳۰

عباس شہ سے کہتے تھے بھرے ہوئے ہیں شیر  
دو دن کی بھوک پیاس میں ہیں زندگی سے سیر  
تیر اُسطرف سے آتے ہیں اب کس لیے ہے دیر  
مولانا غلام سے نہیں رکنے کے یہ دلیر  
پاسِ ادب سے غیض کوٹا لے ہوئے ہیں یہ  
شیر خدا کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ

۳۱

کس کو ہٹائے کس کو سنبھالے یہ جانثار  
ہے مصلحت کہ دیجیے ابِ ازن کا رزار  
مرنے پہ ایک دل ہیں بہتر وفا شعار  
ایسا نہ ہو کہ جا پڑیں لشکر پہ ایک بار  
برہم ہیں سرکشی پہ سوارانِ شام کی  
اکبر کی بات مانتے ہیں نہ غلام کی

۳۲

جب روکتا ہوں میں انہیں ائے آسمان سریر  
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ شریر  
ہنگامِ جنگ شیر کے بچے ہوں گوشہ گیر

کس قہر کی نظر سے لعینوں کو تکتے ہیں  
بچوں کو ہے یہ غیظ کہ آنسو ٹپکتے ہیں

۳۳

اک اک جری کو نشہ جرات کا جوش ہے  
عالم ہے بخودی کا پہ مرنے کا ہوش ہے  
ہر صف میں یا علیٰ ولی کا خروش ہے  
کہتے ہیں بار بار کہ سر بارِ دوش ہے  
مشتاق ہیں وہ پیاس میں تیغوں کی گھاٹ کے  
ڈر ہے کہ مرنے جائیں گلے کاٹ کاٹ کے

۳۴

حضرت سے کی سوئے رُفقاء شاہ نے نظر  
بولے حبیب نذر کو حاضر ہیں سب کے سر  
فرمایا شاہ نے ہم بھی ہیں آمادہ سفر  
اچھا بڑھے جہاد کو ایک ایک نامور  
یہ راہ حق ہے جو قدم آگے بڑھائے گا  
دربارِ مصطفیٰ میں وہی پہلے جائے گا

۳۵

مژدہ یہن کے شاد ہوئے غازیانِ دین  
اک اک دلیر جانے لگا سوئے فوج کیں  
جب نفرزن ہوئے صفتِ شیرِ خشم کیں  
تھرانے آسمان کے طبق ہلگئی زمین  
برپا تھا شورِ حشر دلیروں کی حرب سے  
فوجیں تو کیا جہاں تھے و بالا تھا ضرب

۳۶

اللہ رے جہادِ حبیب و زہیرِ قین  
برپا تھا گویا معرکہِ خندق و حنین  
جب مر گئے وہ عاشقِ سلطانِ مشرقین  
مقمل میں پیٹتے ہوئے دوڑے گئے حسین  
یوں جا کے روئے ان کے تن پاش پاش پر  
جس طرح بھائی ہے روتا بھائی کی لاش پر

۳۷

خالی ہوا قدیم رفیقوں کا جب پا  
کانپا سپہر شاہ نے دم سرد یوں بھرا  
کٹنے لگا عزیزوں کا بھی جب چمن ہرا  
گہہ روئے آپ ہاتھ گجر پر کھی دھرا  
لڑکے جو یک بیک کئی ہاتھوں سے کھو گئے  
ملکڑے حسن کی طرح کلیجے کے ہو گئے

﴿۳۸﴾

تھی قہر حق عقیل کے پوتوں کی کارزار  
شمشیر حیدری کا نمونہ تھے جن کے دار  
بابا کی لاج رکھ گئے جعفر کے یادگار  
تھے تین چار شیر کہ جھپٹے سوئے شکار  
فخر و ظفر تھی مثل علی اختیار میں  
پنجے میں تھا وہی جسے تاکا ہزار میں

۳۹

نکلے برادران علمدارِ صف شکن  
دکھلا دیے علی کی لڑائی کے سب چلن  
بے سر تھے مور چوں میں جوانان پیل تن  
لاشوں پہ لاشیں گرتی تھیں پڑتا تھا ران پر ان  
آنکھوں میں پھر رہی تھی چک زوال فقار کی  
عباس داد دیتے تھے ایک ایک دار کی

۴۰

تھا چھوٹے بھائیوں کے لیے مضطرب جودل  
گہہ شہ کے پاس تھے کبھی لشکر کے متصل  
نعرہ یہ تھا کہ شیر ہے ماں کا تمہیں بھل  
شیرو رکیں نہ ہاتھ بدن گو ہے مضھل  
یہ وقت آبرو ہے بڑی جدو کد کرو  
ہاں بھائیو امام کی اپنے مدد کرو

۴۱

الٹو پراؤں کو اور صفوں کو بچھا کے آو  
ساحل کے پاس خون کے دریا بہا کے آو  
یا مر کے آؤ یا انہیں ران سے بھگا کے آو  
جب باغ اٹھاؤ فوج کے اُس پار جا کے آو

ہاں صدر و نشاں نہ رہے فوج شام کا  
بیٹوں کو پاس چاہیے بابا کے نام کا

۲۲

روکر حسین<sup>ؑ</sup> کہتے تھے بھائی سے دمدم  
جینے نہ دیگا آہ ہمیں بھائیوں کا غم  
دولت پدر کی لٹتی ہے اور دیکھتے ہیں ہم  
عباس عرض کرتے تھے ائے قبلہ ام  
آب باپ کی جگہ شہ عالی مقام ہیں  
صدقہ نہ کس طرح ہوں کہ ہم سب غلام ہیں

۲۳

بے جاں ہوئے جوراہ خدا میں وہ شیر نز  
حضرت ضعیف ہو گئے خم ہو گئی کمر  
ما تم میں تھے کہ موت نے لوٹا حسن کا گھر  
اک دم میں قتل ہو گئے دونوں جواں پر  
سب چل بسے نبی<sup>ؐ</sup> و علی<sup>ؑ</sup> پاس رہ گئے  
ستر دو تن میں اکبر<sup>ؒ</sup> و عباس<sup>ؒ</sup> رہ گئے

۲۴

آیا نظر جو لاشہ نوشہ نیک خو  
اکبر<sup>ؒ</sup> کی چشم تر سے ٹکنے لگا لہو  
کی غیظ کی نظر طرف لشکر عدو  
پہلو سے آئے روتے ہوئے شاہ کے رو برو  
نکلی یہ بات جوش بکا میں زبان سے  
پہلو سے آئے روتے ہوئے شاہ کے رو برو  
قسم کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

۲۵

بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا  
سوئے تو ایک فرش پر کھیلے تو ایک جا  
طفلی کا ساتھ چھوٹ گیا وا مصیبتا  
مر جائے ایسا بھائی تو جینے کا کیا مرا  
حرست یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو  
پہلو میں ابن عم کے ہماری بھی لاش ہو

۳۶

خالق جہاں بھائی کا بھائی کو دے نغم مرمر کے غم میں بھائی حسن کے جیسے ہیں ہم	شہنے کہا کہ سچ ہے یہ ایسا ہی ہے الٰم بازو کا ٹوٹنا اجل آنے سے کیا ہے کم
تازہ تھام پر کاخوشی دل سے فوت تھی عباس نامدار نہ ہوتے تو موت تھی	

۳۷

بیکس کے غمگسار تھے یہ یا خدا کی ذات سویا جو میں تو ان کی کٹی جاتے میں رات	بھائی کے بعد ان سے ملی لذتِ حیات خالی نہ پائی مہر و مروت سے کوئی بات
صد میں بھلانے دل سے حسن کی جدائی کے رونے نہیں دیا مجھے ماتم میں بھائی کے	

۳۸

بیٹھے کا لطف بھی کا خط باپ کا مزا اوچھل یا آنکھوں سے ہوں تو جینے کا کیا مزا	ہے اُن کے اتحاد کا سب سے جد امزا ملتا ہے اُن کی بات سے ہر دم نیا مزا
فائم رکھے خدا کہ علیؑ کے نشان ہیں مالک یہی ہیں گھر کے ہی تن کی جان ہیں	

۳۹

مچھڑا جو ایک دو میں تو پھر ہیں کنار گور جب پتلیاں نہ ہوں میں تو چشم بشر ہے کور	قوت جگر کی تم ہو تو یہ بازوں کا زور ہوتا ہے زخم دل میں نمک آنسوؤں کا شور
تم پہلوؤں میں تھے جو یہ بیکس سن بھل گیا پھر خاتمه ہے جسم سے جب دم نکل گیا	

۵۰

گزرے بہارِ عمر کے دن آگئی خزان پھولو پھولو جیو کہ ابھی تم تو ہو جواں	بس دیکھ کر نہال ہوئے گشن جہاں اٹھ جائے جلد خلق سے یہ پیر نا تو ان
-------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------

عمریں بھی ہیں قلیل کچھ ایسے مُسن نہیں  
دونوں کا ہے شباب یہ مرنے کے دن نہیں

۵۱

گھر مٹ گیا نبی کا جو دونوں ہوئے تمام  
میت کے دفن کا بھی مناسب ہو اہتمام  
ترہ بت پتہ سے گل ہوں تو دل باغ باغ ہو  
اندھیر ہے جو قبر پدر بے چراغ ہو

۵۲

کچھ نہ زکر ہجریہ صدمہ ہے دل خراش  
ہو گا یہ جسم ظلم کی تیغوں سے پاش پاش  
رونے کو کوئی دوست نہ یا وسر ہانے ہو  
فرزند پائتی ہو برادر سر ہانے ہو

۵۳

اکبر نے سن کے آپ سے یہ اشک خون بھائے  
عباس بول اُٹھے نہ خدا وہ گھڑی دکھائے  
ہے زندگی یہی کہ ہمیں پہلے موت آئے  
خاک اُس غلام پر کہ جو آقا کی لاش اُٹھائے  
دیتے ہیں جان اہل وفا نام کے لیے  
پائے ہیں کیا یہ ہاتھ اسی کام کے لیے

۵۴

بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کے وہ باوفا  
جھک کر کہا حسین نے بھائی یہ کیا کہا  
قاسم کا زکر کرتے تھے ہمشکلِ مصطفیٰ  
باتیں تو ان سے تھیں تمہیں کیوں غیظ آگیا  
ہم تم تو ساتھ گلشنِ ہستی سے جائیں گے  
اچھا ہماری لاش کو اکبر اُٹھائیں گے

۵۵

غصے میں بھول جاتے ہو بھیا ہمارا پیار  
اُٹھیے قدم سے آپ کی اُلفت کے میں نثار  
آنکھیں قدم پل کہ یہ بولا وہ نامدار  
بے ازن جنگ سرنہ اُٹھائے گا خاکسار  
ایسا نہ ہوں نجل ہوں رسالتِ آب سے  
پہلے مرؤں گا اکبر عالی جناب سے

۵۶

صدقہ علیٰ کی روح کا اکبر کو روکیے  
دے کر قسم شبیہ پیغمبر کو روکیے  
نورِ نگاہِ بانوئے بے پر کو روکیے  
ائے آفتابِ دیں مہ انور کو روکیے  
پہلے رضا ملے تو بہت نیک نام ہوں  
آقا یہ شہزادہ ہے اور میں غلام ہوں

۵۷

شہ نے کہا کہ سرتو قدم سے اُٹھائیے  
لیجیے رضائے حرب نہ آنسو بھائیے  
فرقت میں ہم جیں کہ میری خیر جائیے  
اپنی سکینہ جان سے جا کر مل آئیے  
زوجہ کو پیٹتے ہوئے سر دیکھ لیجیے  
بچوں کو اور ایک نظر دیکھ لیجیے

۵۸

عباس شہ کے گرد پھرے اُٹھ کے سات بار  
بھائی کو گھر میں لیکے چلے شاہِ زی وقار  
بو لا وہ پیک شاطرِ فوج ستم شعار  
لو ازن جنگ پا چکے عباس نامدار  
خود دیکھ کر یہ حال پھرا ہوں میں راہ سے  
ملنے گئے ہیں خیمے میں ناموس شاہ سے

۵۹

نعرہ یہ دمبدم تھا کہ اب ہم ہوئے تمام  
آبِ معركہ ہے قہر کا ائے سا کنانِ شام  
تھے آگے آگے ہاتھوں سے تھامے کمرا مام  
تیغوں سے گھاٹ روک لو آیا وہ نیک نام

دیکھو بچے رہو کے لڑائی ہے شیر سے  
چھوٹے گی مشکلوں میں ترائی دلیر سے

۶۰

دل ہل گئے سپاہ کے سنتے ہی یہ خبر  
کا پے مثال بید جوانان پُر جگر  
ہلچل میں اس طرف کے پرے ہو گئے ادھر  
ساحل سے ہٹ کے نہر پا کاری کے الحذر  
پیچھے ہیں صفیں کہ طاطم عیاں ہوا  
دریا جو باڑھ پر تھا وہ الٹا روایہ ہوا

۶۱

ٹوٹے وہ مورچ جو بندھے تھے پے جدال  
برچھی گری زمیں پے کسی کی کسی کی ڈھال  
اللہری ہبہت خلف شیر زوالجلال  
کانپی زمیں کھڑے ہوئے روئیں تنوں کے بال  
منہ زرد ہو کے رہ گیا ہر نوجوان کا  
دشت نبرد کھیت بنا زعفران کا

۶۲

تحاششجہت میں غُل کہ یہ ہے روز انقلاب  
اُلٹے گا آب زمیں کا ورق ابن بوتاب  
اس شیر پر نہ ہو گی کوئی فوج فتح یا ب  
بس آب ہنائے عالمِ امکاں ہوئی خراب  
حملہ غضب ہے بازوئے شاہِ جہاز کا  
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

۶۳

ڈر سے ہوا تھی ایک طرف گرد اک طرف  
بھرتے تھے خیبری بھی دم سرد اک طرف  
سمٹے ہوئے تھے کونے کے نامرد اک طرف  
تھے رو سیاہ شام کے سب زرد اک طرف  
بھاگے تھے نیزہ باز لڑائی کو چھوڑ کے  
ضیغم نکل گئے تھے ترائی کو چھوڑ کے

۶۳

تھی ابتری سپاہ ضلالت شعار میں  
اس صف میں تھی وہ صف یہ قطار اُس قطار ہیں  
سو بار جو لڑے تھے اکیلے ہزار میں  
وہ جائے آمن ڈھونڈتے تھے کارزار میں  
چہرے تھے زرد خوف سے حیدر کے لعل کے  
نام رہ منہ چھپاتے تھے گونگھٹ میں ڈھال کے

۶۴

سر کر دہائے فوجِ مخالف تھے بے حواس  
کچھ شمر کے قریب تھے کچھ تھے عمر کے پاس  
سب کا یہ قول تھا کہ ہوئی زندگی سے یاں  
ضربِ علیٰ ہے ضربِ علمدارِ حق شناس  
طاقت سے ہیں بھرے ہوئے بازو دلیر کے  
خیبر گشا کا زور ہے پنجے میں شیر کے

۶۵

اس فوج میں تو ہے یہ تزلزل یہ انتشار  
ہتھیارِ ادھر لگاتے ہیں عباس نامدار  
مُضطرب ہیں بیباں شہ والا ہیں بے قرار  
بھائی کے منہ کو دیکھ روتے ہیں بار بار  
بیٹا کھڑا ہے چاک گریباں کیے ہوئے  
روتی ہے سوکھی مشک سکینہ لیے ہوئے

۶۶

منہ دیکھتی ہے باپ کا جب وہ بچشم تر  
کہتے ہیں یہ اشارے سے سلطانِ محروم  
لٹتا ہے باپ تم کو سکینہ نہیں خبر  
جانے نہ دو چچا کو ہمیں چاہتی ہو گر  
آنسو بہا بہا کے نہ پانی کا نام لو  
دامنِ قبا کا نہ سے ہاتھوں سے تھام لو

۶۷

بھائی کے اضطراب میں نینب کا ہے یہ حال  
ڈھکلی ہوئی سر سے ردا اور کھلے ہیں بال  
عباس سے یہ کہتی ہیں روکر بصد ملاں  
چھوڑو نہ شہ کو آئے اُسدِ کبریا کے لعل

کیا کہتے ہو سکنے سے منھ موڑ موڑ کے  
بھیا کدھر چلے میرے بھائی کو چھوڑ کے

۶۹

بیٹی کا غم بھتھجے کا ماتم ہجوم یاس  
دیکھو تو حال سب سے رسول فلک اساس  
قربان جاؤں تم تو رہو ہو بیوٹن کے پاس  
ہے کثرت سپاہ میں تنہا وہ حق شناس

۷۰

عاشق ہو دلبرِ اسدِ زوالجلال کے  
بازو توی تمہیں سے ہیں زہرا کے عل کے

۷۱

عباس کہتے ہیں کہ نہ جاؤں تو کیا کرو  
کیونکر نہ حق امام زماں کا آدا کروں  
اللٹوں صفیں ہرروں سے تنہا وغا کروں  
یہ سر ہے اس لیے کہ قدم پرفدا کروں  
پہنچا ہے فیض سید خوش خوکے ہاتھ سے  
دنیا میں کچھ تو کام ہو بازو کے ہاتھ سے

۷۲

رخصت طلب ہے شاہ سے اکبر سال اللہ فام  
شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام  
اللہ روکیے نہ اب آئے خواہر امام  
وہ امر کیجیے کہ بڑھے جس میرانام  
بیکس ہوں ساتھ مان نہیں سر پہ پدر نہیں  
میں آپ کا غلام تو ہوں گو پسر نہیں

۷۳

تھرا رہی ہے زوجہ عباس نامور  
باتیں یہ سن کروتی ہے نینب جھکائے سر  
مانع ہے شرم روتو ہے منھ پھیر کر  
چہرہ تو فق ہے گود میں ہے چاند سا پسر  
موقع نہ روکنے کا ہے نہ بول سکتی ہیں  
حضرت کے منھ کو زگسی آنکھوں سے تکتی ہیں

۷۴

کہتی ہیں روکے بانوئے عالم سے بار بار  
ہمکو تباہ کرتے ہیں عباس نامدار  
ہے لوندیوں کے باب میں بی بی کو اختیار  
کچھ آپ بولتی نہیں اس وقت میں شار  
کہیے جو روکنے کی کوئی ان کے راہ ہو  
آب عنقریب ہے کہ میرا گھر تباہ ہو

۷۵

اکبر کا واسطہ کوئی تدیر کیجیے  
امداد بہر حضرت شیر کیجیے  
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجیے  
پٹکا وہ باندھتے ہیں نہ تاخیر کیجیے  
اک دل ہے میرا اور کئی غم کے تیر ہیں  
لبی میں کیا کروں میرے بچے صغار ہیں

۷۶

عباس دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار  
ہوتا ہے تیر غم جگر ناتواں کے پار  
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار  
شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بے قرار  
آؤ ادب سے دلبر زہرا کے سامنے  
روتی ہیں لوندیاں کہیں آقا کے سامنے

۷۷

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحب یہ کیا کیا  
پیٹھ نہ سر کہ روتا ہے فرزند مہ لقا  
خیر النساء کے لعل پہ ہوتے ہیں فدا  
شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جاء  
ایذا میں صبر صاحب ہمت کا کام ہے  
میری بھی آبرو ہے تمہارا بھی نام ہے

۷۸

لو پونچھڈ الاؤ آنسوؤں کو بہر زوالجلال  
دیکھو زیادہ رونے سے ہو گا ہمیں ملال  
میری مفارقت کا نہ کچو کبھی خیال  
قائم تمہارے سر پہ رہے فاطمہ کا لعل

غم چاہیے نہ آہ و بکا چاہیے تمہیں  
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے تمہیں

۷۸

دیکھونہ روتے دیکھ لیں تم کو کہیں امام  
کیا آشک خوں بہا کے بگاڑوگی میرا کام  
پوچھیں حضور گر کہ تجھے کیا قبول ہے  
صاحب یہ کہیو تم کہ رنڈا پا قبول ہے

۷۹

دیکھو کہ گھر میں اور بھی رانڈیں ہیں تین چار  
آداب شاہ سے چپ ہیں نہیں کوئی بیقرار  
رہ جائے بات امر وہ کرتے ہیں ہوشیار  
دنیا ہے بے ثبات زمانہ ہے بے مدار  
سوائیسے تفرقے ہوئے ہیں ایک آن میں  
صاحب سدا کوئی بھی جیا ہے جہاں میں

۸۰

قاسم کو دیکھو جانبِ اکبر کرو نگاہ  
گزری جو شب تو صحیح کو گھر ہو گیا تباہ  
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ  
کیا صابرہ ہے یہ دخترِ شیر و اہواہ  
سہتی ہے یوں جہاں میں جفار انڈ ہونے کی  
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

۸۱

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح یہ بیاں  
ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحان  
جل جائے دل مگر نہ اٹھے آہ کا دھواں  
اُف کچیونہ منھ سے جو پنچے بیوں پہ جاں  
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی  
چھوٹی بہو علیٰ کی بڑا نام کر گئی

چپ ہو گئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر  
شوہر نے یہ کلام کیے جب پچشمِ تر  
ہتھیارِ حج کے حضرت عباسؑ نامور  
آئے قریبِ لختِ دل سیدالبشر  
صدے سے رنگِ سبطِ نبی زرد ہو گیا  
کانپے وہ دست و پا کہ بدن سرد ہو گیا

بیتاب تھے حسینؑ سنjalے ہوئے جگہ  
جوں جوں قریب آتے تھے عباسؑ نامور  
جینے نہ دیگا آہ ہمیں صدمہ کمر  
کہتے تھے اضطراب میں جھک کر ادھر ادھر  
ہے زیستِ تلخ فاطمہ کے نورِ عین کو  
نینبؓ کہاں ہو آکے سنjalو حسینؑ کو

سب گھر کی بیسوں کو کہو میرے پاس آئیں      بانو کہاں ہیں زوجہ عباسؑ کو بلائیں  
گودی میں تشنہ کام سکینہ کو جلد لاائیں      کوچ آب جہاں سے ہے ہمیں سب آکے دیکھ جائیں  
یہ نوجوان سنjalے گا گھر جب مردوں گا میں      عباسؑ سے ہر اک سفارش کروں گا میں

بولے قدم پچھک کے یہ عباسؑ نامدار  
یہ سُن کے ساری پیباں آئیں بحال زار  
ہل من مبارز کا اُدھر غل ہے بار بار  
اے آفتابِ عالمیاں نورِ کردگار  
ہیں زرہ پوری کے چلن آفتاب میں  
آقا یہ دیرکس لیے خادم کے باب میں

کیا میں غلام خاص نہیں آئے شہزاد  
لڑکوں نے معزکوں میں کیے اپنے اپنے نام  
کس کام کا جو آج نہ کام آئے گا غلام  
ایسا دن اور بھی کوئی ہوئے گا یا امام

مشکل ہے ایسے وقت میں رُکنا دلیر کا  
آخر پر ہوں شیر الہی سے شیر کا

۸۷

خوش ہوتی خاکسار سے روح آبُو تُراب	ہوتا جو سب سے پہلے فدا خادم جناب
زہرا سے بھی حجاب ہے شبر سے بھی حجاب	آب ہوں ہر اک کے آگے خجالت سے آب آب
آب بھی نہ تنع و تیراً گرتن پہ کھاؤں گا	
مولانا بتائیئے کسے پھر منھ دکھاؤں گا	

۸۸

مجھ سے رسول پاک خوشی ہونگی یا خفا	ساتھ آپ کے سہوں گانہ گر قتل کی جفا
پھر فاطمہ کہیں گی مجھے صاحب وفا	بیزار کیا نہ ہوگا دل شاہِ قل کفا
مرنے کا حظ نہ جینے کا مطلق مزا رہا	
انسان کی آبرو نہ رہی جب تو کیا رہا	

☆۸۹

مشکل ہے سخت آئے میرے اللہ کیا کروں	گرن ہلا کے شاہ نے کہا آہ کیا کروں
چھٹتا ہے اب برادرِ زیجاہ کیا کروں	جینے نہ دیگا یہ غمِ جانکاہ کیا کروں
دم بھر کی زندگی مجھے دشوار ہو گئی	
سب تو خفا تھے موت بھی بیزار ہو گئی	

۹۰

بولے گلے لگا کے شہنشاہ بحر و بَر	غازی نے رکھ دیا قدم شاہ دیں پہ سر
یوں ہے خوشی تو خیر جہاں سے کرو سفر	آئے تن کی جان اے سببِ قوتِ جگر
بھائی نہ ہو تو بھائی کی مٹی خراب ہے	
اچھا تمہارا کوچ میرا پا ثراب ہے	

۹۱

سب روئے مشک دوش مبارک پہ جب دھری  
صدے سے زرد تھا اور تن میں تھرھری  
سر سے ردا بھی دوش تک آکے گر پڑی  
بانو کے پاس خاک پغش کھا کے گر پڑی

۹۲

نکلا وہ شیر خیمے سے باہر علم لیے  
جرات نے بڑھ کے بوسے ٹپ دو دم لیے  
خورشید کا جلال نگاہوں سے گر گیا  
اقبال سر کے گرد ہما بن کے پھر گیا

۹۳

آیا سجا ہوا وہ سمند بُراق سیر  
ہوتا تھا اُس کے ڈر سے غزالوں کا حال غیر  
ضرر قدم کی گرد کو پاتی نہیں کبھی  
ڈھونڈیں بشر پری نظر آتی نہیں کبھی

۹۴

وہ زیب و زین زین کی وہ ساز کی پھبن  
چشم سیاہ دیدہ آہو پہ طعنہ زن  
جادو تھا مجزہ تھا پری تھا طسم تھا  
پاکھر نہ تھی زرہ میں تمتن کا جس تھا

۹۵

نعلین پا کو فخر سے چوما ہلاں نے  
دُم کو چنور کیا فرس بیٹال نے  
رکھا قدم رکاب میں حیدر کے لعل نے  
بخشی جو صدر زین کو ضیا خوش جمال نے

کس ناز سے وہ رشکِ غزالِ ختن چلا  
طاوس تھا کہ سیرِ سوئے چمن چلا

۹۶

خوبیو سے عرضِ پاکِ ریاضِ جناں بنی گرد اُڑ کے غازِ رُخِ لیلی و شامِ بنی  
جلوے سے راہِ دشتِ بلا کھکشاں بنی زرے بنے نجومِ زمیں آسمانِ بنی  
سُم بدر تھے تو نعل بھی چاروں ہلال تھے  
نقشِ سُمِ فرس سے ہزاروں ہلال تھے

۹۷

تھرا رہا تھا جس کی جلالت سے آفتاب وہ دبدبہ وہ سطوتِ شاہانہ وہ شباب  
صوات میں فردِ دفترِ جرات میں انتخاب وہ رُعبِ حق کہ شیر کا زہرہ ہوا بآب آب  
صورت میں سارے طورِ خدا کے ولی کے ہیں  
شوکت پکارتی ہے کہ بیٹے علیٰ کے ہیں

۹۸

پھونچِ جودشت کیں میں اُڑاتے ہوئے فرس گھوڑے کو ہاتھِ اٹھا کے یہ آوازِ دی کہ بس  
دیکھیں صفیں جمی جو چپِ دراس و پیشِ وپس نعرہ کیا کہ نہر پہ جانے کی ہے ہوس  
روکے گا جو وہ موت کے پنجے میں آئے گا  
ہٹ جاؤ سب کہ شیرِ ترائی میں جائے گا

۹۹

بولے یہ بڑھ کے فوجِ مخالف سے پہلوان دیکھا نہیں کبھی کہ ہٹے لشکرِ گراں  
یاں سب ہیں روم و شام کے جنگ آزماجوان ہاں آئیے تو کھینچ کے تفعیلِ ثمر فشاں  
بودے نہیں ہیں کچھ جو نگہبیاں ہیں گھاٹ کے  
سر پھینک دیں گے نہر میں خنجر سے کاٹ کے

۱۰۰

سنے ہی یہ جلال میں آیا علیٰ کا لعل  
نعرہ کیا کہ تم ہمیں روکے گے کیا مجال  
یہ مورچے ہیں کیا ہمیں جن کا ہو پکھ خیال  
اک دم میں چینیوں کی طرح ہونگے پامال  
بھاگو گے پھینک پھینک کے تیغیں لڑائی سے  
لو مرد ہو تو اب نہ سرکنا ترائی سے

(۱۰۱)

روک ہمیں نکل کے جو طاقت کسی میں ہو  
لے تفعیل ہاتھ میں جو شجاعت کسی میں ہو  
گرمائے رخش کو جو حرارت کسی میں ہو  
آئے جو حرب و ضرب کی قدرت کسی میں ہو  
دو ہاتھ میں علیٰ کے پسر وار پار ہیں  
دریا نہیں کہ رک گیا ہم زوفقار ہیں

۱۰۲

تم کیا پھاڑ نیچ میں گر ہوں تو ظال دیں  
شیروں کو ہم ترائی سے باہر نکال دیں  
مہلت نہ ایک کو دم جنگ و جدال دیں  
پانی تو کیا ہے آگ میں گھوڑے کو ڈال دیں  
منھ دیکھتے رہیں جو نگہبائیں ہیں گھاٹ کے  
لیجا میں گھر پر تفعیل سے دریا کو کاٹ کے

۱۰۳

سرکش ہیں سب ہماری زبردستیوں سے زیر  
داد شجاع باپ جوانمرد ہم دلیر  
جب رن پڑا ہے کردیے ہیں زخمیوں کے ڈھیر  
لائے ہیں جا کے آگ سے پانی خدا کے شیر  
عفریت بھاگتے ہیں وہ چوٹیں ہماری ہیں  
بیر الم میں کو د کے تلواریں ماری ہیں

۱۰۴

جرات جلو میں رہتی ہے نصرت رکاب میں  
سر کاٹتے ہیں پیر کے تیغوں کی آب میں  
لکھے ہوئے ہیں شیروں کے جملے کتاب میں  
فضلیں ہیں اپنے زور کی خبر کے باب میں

ناصر ہیں بارگاہ فلک بارگاہ کے  
دفتر اُٹ دیے ہیں عرب کی سپاہ کے

۱۰۵

گرمی میں پیاس سے کئی بچ ہیں تشنہ لب  
کیا وقت ہے حسین کے بچوں پر ہے غصب  
لبے پڑے ہوئے ہیں سکینہ کی جان کے  
کائنے مجھے دکھائے تھے سوکھی زبان کے

۱۰۶

عبرت کی یہ جگہ ہے کہ ہم اور سوال آب  
اس مشک نے کیا ہمیں عقبی میں کامیاب  
شہ سے نشان فوج پیغمبر بھی مل گیا  
طوبی کے ساتھ چشمہ کوثر بھی مل گیا

۱۰۷

یہ ذکر تھا کہ فوج کی جانب سے تیر آئے  
یہ بھی جھپٹ کے مثل شہ قلعہ گیر آئے  
گھوڑا اُڑا پروں کو سواروں کے توڑ کے  
لکمی صفوں پر سیف بھی کاٹھی کو جھوڑ کے

۱۰۸

آمد تھی تیغ کی کہا جل کا پیام تھا  
بجلی سا ہر جگہ فرس تیز گام تھا  
اس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر  
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

۱۰۹

رفف کی اک شبیہ تو اک زوال فقار کی  
حملوں میں شان سب آسید کرد گار کی  
وہ تنے کی چمک وہ تڑپ را ہوار کی  
شوکت سوار میں شہہ دل دل سوار کی  
چتوں وہی غصب وہی بیبا کیاں وہی  
پھرتی وہی جھپٹ وہی چالا کیاں وہی

۱۱۰

تلوار خون میں آپ پسینے میں تر پھرے  
جیسے شکار کھیلے ہوئے شیر نر پھرے  
توڑا یہ مورچہ یہ صفاتی ادھر پھرے  
یوں خاک پگرا کے لعینوں سے سر پھرے  
تھی قہر کی نگاہ غصب کا جلال تھا  
آنکھیں بھی بھی سرخ سرخ تھیں چہرہ بھی لال تھا

۱۱۱

یاں سے وہاں گئے اسے مارا اُسے لیا  
باتی رہے ہزار میں سو دس میں اک جیا  
منھ پھر گئے سپاہ کے جس سمت رُخ کیا  
اللہ رے دم لہو پہ لہو تنے پیا  
اس پر بھی تشنگی میں نہ تسلیم زری ہوئی  
گویا تھی آگ پیٹ میں اُس کے بھری ہوئی

۱۱۲

پہنچا دغا میں سو طرف اک تشنہ لب کا ہاتھ  
شیر خدا کے شیر نے مارا غصب کا ہاتھ  
بیشک تھا اُن کا ہاتھا امیر عرب کا ہاتھ  
آئی اجل اُٹھا جو کسی بے ادب کا ہاتھ  
پہنچے کو بھی قلم کیا دستانہ کاٹ کے

۱۱۳

ڈر ڈر کے جوڑتے تھے ضلالت شعار ہاتھ  
کافی تھے سب کو تنے دو دستی کے چار ہاتھ  
چلتا تھا مثل برق بیمین و بیمار ہاتھ  
اُن کی نہ ایک چوٹ نہ اُن کے ہزار ہاتھ

آواز ششہت میں بگیر و بزن کی تھی  
اللہ کا کرم تھا مدد پختن کی تھی

۱۱۳

گوشے کماں سے دور تھے گوشوں سے زہ جدا  
بکتر جدا زمین پہ ٹکڑے زرہ جدا  
اللہ رے فرق گردن و سر بھی بہم نہ تھے  
کشتؤں کا ذکر کیا ہے کہ تیغوں میں دام نہ تھے

۱۱۴

کچھ ہٹ کے تنق سے اُسی جانب آزل پھری  
تلوار بھی گلوں کی طرف بُخل پھری  
ایسے جری سے کس کو مجال مصاف تھی  
یوں پھر کے صف کی صف کو جو دیکھا تو صاف تھی

۱۱۵

چل پھر کے کاٹتی تھی وہ تلوار ہاتھ پاؤں  
سر نج گیا تو ہو گئے بیکار ہاتھ پاؤں  
چلائی روح تنق پھر آئی نکل چلو<sup>۱</sup>  
بولی اجل اب اٹھ کے تو پنجوں کے نکل چلو

۱۱۶

نیزے ادھر قلم تو ادھر بر چھیاں قلم  
ہر ہاتھ میں قلم کی طرح استخواں قلم  
جب سن سے سر پہ آئی کسی بد خصال کے  
گویا سموم چل گئی پھولوں پہ ڈھال کے

۱۱۸

کی جس نے سرکشی وہ فتنہ فرو ہوا  
نظام ہزار میں تھا جو یکتا وہ دو ہوا  
آفشاں لہو سے شیر کا دستِ نکو ہوا  
خنثنا وہی تھا جنگ پر سرگرم جو ہوا  
تھا خاتمہ سپاہِ جہنم مقام کا  
شعے بجھائے دیتا تھا پانی حسام کا

۱۱۹

وہ تنغ کھول دیتی تھی لوہے کا بھی حصار  
تھا اُس کے ہاتھ سے دل چار آئینہ فگار  
عاری تھیں منہ پر تیغوں کے ایسے پڑے تھے دار  
خود اپنے سر پلکتے تھے، گرگر کے بار بار  
پانی وہ زہر تھا کہ پیا اور فنا ہوا  
ہے آج تک زیرہ کا کلیجہ پھٹنا ہوا

۱۲۰

جاتی تھی ہر پرے کی طرف سن سے بار بار  
چڑھ کر سوار گرتے تھے تو سن سے بار بار  
اٹھتی تھی آلام کی صد اڑن سے بار بار  
ہر سر کا بار اُرتنا تھا گردن سے بار بار  
غارت ہوئے تباہ ہوئے بے تُرک ہوئے  
ضرب گراں جو اٹھنہ سکی کیا سُبک ہوئے

۱۲۱

ثابت رہی نہ ڈھال نہ مغفر نہ سر بچا  
سینے میں دل کو کاٹ گئی گرجگر بچا  
دو ٹکڑے ہو گیا وہ ادھر جو ادھر بچا  
بے زخم کھائے ایک نہ بیداد گر بچا  
تلوار سے کوئی کوئی ڈر سے ہلاک تھا  
سامن تھا جس کا جسم جگر اُس کا چاک تھا

۱۲۲

سر سے کمر میں تھی تو کمر سے تہہ فرس  
آفت کا منہ تھا قہر کا دم خم ستم کا گس  
دو تھے اگر تو چار ہوئے پانچ تھے تو دس  
گُشته ترپ رہے تھے چپ دراس و پیش و پس

غل تھا وہی لڑے جسے سرتن پہ بارہو  
آفت بپا ہے کون اجل سے دو چارہو

۱۲۳

مغفرنہ سرکے پاس نہ خبر کمر کے پاس  
بیٹی کے پاس باپ نہ بیٹا پدر کے پاس  
قبضے کے پاس تن نہ دستہ تبر کے پاس  
کڑیاں زیرہ کے پاس نہ دامن سپر کے پاس  
بوڑی نہ تھی سناب پہ نہ پرچم نشان پر  
پیکاں نہ تیر پر تھا نہ چلہ کمان پر

۱۲۴

نہ وہ علم سیاہ نہ وہ رو سیاہ تھے  
تنق و سپر بھی پاس نہ تھی بے پناہ تھے  
بے سر تھے وہ جوفوج میں صاحب کلاہ تھے  
سب چھاؤنی اجڑ مھلے تباہ تھے  
دکھلا دیا تھا خالق اکبر کے قهر کو  
جیسے غنیم لوٹتا پھرتا تھا شہر کو

۱۲۵

بولی سپر سے تنق کہ تجھ میں پناہ ہے  
اُس نے کہا کہ بھاگ زمانہ سیاہ ہے  
ہرجاء یہ تنق شعلہ فشاں سدراہ ہے  
اس معرکے میں کوہ بھی گر ہو تو کاہ ہے  
جنات ڈر کے ہاتھوں سے منہڈھا نپتے ہیں آج  
میں کیا ہوں جبرائیل کے پر کا نپتے ہیں آج

۱۲۶

ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں سپاہ لعین ہٹی  
یہ صف سوئے یسیار وہ سوئے کھیں ہٹی  
سمہے جبال نہر کھیں سے کھیں ہٹی  
دہشت سے آسمان ہوا اونچا زمیں ہٹی  
بھاگڑ پڑی کہ ایک سے ایک آگے بڑھ گیا  
دریا لہو کا کشتی گردوں پہ چڑھ گیا

۱۲۷

اللہ ری جنگ شیر سلیمان کربلا  
 چیوٹی بھی مورچوں میں نتھی آدمی تو کیا  
 پنچے ترائی میں تو یہ اعدا کو دی صدا  
 کیوں آب یہ نہ کس کی ہے ائے قوم اشقياء  
 اک دم میں ہم شکست ہزاروں کو دیتے ہیں  
 دیکھو اسد ترائی کو یوں چھین لیتے ہیں

۱۲۸

راتستے کھلے ہوئے ہیں کہاں ہے وہ بندوبست  
 کس نے یہ روم و شام کی فوجوں کو دی شکست  
 کیا ہو گئے ترائی سے وہ سب ہوا پرست  
 کیوں سر بلند کون ہے اسوقت کون پست  
 فوجوں میں یوں کسی نے بھی گھوڑے اڑاے ہیں  
 دیکھو تو ہم کہاں سے کہاں لڑ کے آئے ہیں

۱۲۹

دنیا جو اک طرف ہو تو ہم پر ظفر نہ پائے  
 فاقوں میں شیر بھی ہو مقابل تو منھ کی کھائے  
 کس دبدبے سے جو ہر تنقیلی دکھائے  
 آب پکھا لم نہیں آجل آئے کہ جان جائے  
 بس ہم نے گھاٹ چھین لیا مشک بھر کھے  
 شیروں نے جوز باں سے کہا تھا وہ کرچکے

۱۳۰

لب تشنہ تین دن سے ہیں اور ہے فرات پاس  
 چاہیں ابھی تو ہاتھ بڑھا کر بجھائیں پیاس  
 پر زہر ہے بغیر شہ آسمان اساس  
 مرتے ہیں آبرو پہ جونان حق شناس  
 آقا کی تشنگی پہ جگر چاک چاک ہے  
 بے اُن کے آب خضر بھی ہو وے تو خاک ہے

۱۳۱

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں  
 گویا خضر اُتر گئے آب حیات میں  
 دریا دل ایسا کون ہوا کائنات میں  
 تمہے پکڑ کے مشک بھری ایک بات میں

سیراب جب تلک کہ شہ بحر و بَر نہ ہوں  
منظور تھا کہ ہاتھ بھی پانی سے ترنہ ہوں

۱۳۲

گرمی سے تشنگی میں کلیجہ تھا آب آب  
ترپا رہا تھا قلب کو موجودوں کا پیچ و تاب  
کہتا تھا منہ پھیر کے وہ آسمان جناب  
عبائی آبرو پہ ابھی حرف آئے گا  
پانی پیا تو نامِ وفا ڈوب جائے گا

۱۳۳

دریا سے مشک بھر کے جونکلاوہ نیک نام  
اُمدی سیاہ گھٹا کی طرح سب سپاہ شام  
یوں ڈوب کر نکلتا تھا وہ آسمان مقام  
موجیں تھیں رودنیل کی فوجوں کا دل نہ تھا  
پر واہ رے حواس کہ آبرو پہ بل نہ تھا

۱۳۴

چلتی تھی بڑھ کے چار طرف تیق برق دم  
کاندھے پہ مشک آب تھی پنجے میں تھا علم  
دامن سے لگ کے ہاتھ اُجھتا تھا دمبدم  
اُڑاڑ کے برچھیوں جو اُترتا تھا کھیت میں  
گھوڑے کے چاروں پاؤں آتے تھریت میں

۱۳۵

جب مشک کی طرف کوئی آتا تھا سن سے تیر  
چلا رہا تھا شمر جفا پیشہ و شریہ  
کہتے تھے یا حفیظ کبھی گاہ یا قدری  
جانے نہ پائے لختِ دل شاہ قلعہ گیر  
رُخ اس جری کا خیمے کی جانب سے موڑ دو  
ہاں برچھیوں سے شیر کے سینے کو توڑ دو

۱۳۶

سُن کر زباں دارازی شمر ستم شعار  
 عباس میل شیر جھپٹتے تھے بار بار  
 تکوریں سینکڑوں تھیں ہزاروں تھے نیزہ دار  
 توڑی یہ صاف اگر توجی دوسرا قطار  
 تنہا سننجالے مشک و علم یا وغا کرے  
 بلوہ ہو ساری فوج کا جس پر وہ کیا کرے

۱۳۷

مشہور ہے کہ ایک بھاری ہیں دو بشر  
 دارپئے تھے اک جری کے کئی لاکھ اہل شر  
 کھائے ادھر سے زخم جو کی اُس طرف نظر  
 کس کس کاوار رد کریں دیکھیں کدھر کدھر  
 جب دم لیا تو سینے پہ سوتیر چل گئے  
 پہلو کو توڑ کر کئی نیزے نکل گئے

۱۳۸

سینہ سپر تھام مشک پر روکے ہوئے تھے ڈھال  
 لڑنے میں بھی حسین کے بچوں کا تھا خیال  
 کہتا تھا ڈگما کے فرس پہ وہ خوش خصال  
 فرزند کو سننجالیے یا شیر زوال جلال  
 جا پہنچوں مشک لے کے جو تھوڑی بھی راہ ہو  
 ایسا نہ ہو کہ پیاسوں کی کشتنی تباہ ہو

۱۳۹

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑا لشکر کثیر  
 بس پور ہو گیا پس شاہ قلعہ گیر  
 آکر لگا میان دو ابرو جو ایک تیر  
 تیورا گیا علی ولی کا مہ منیر  
 چھوٹی جو باغ پاؤں فرس کے بھی رُک گئے  
 پھیلا کے ہاتھ مشک سکینہ پہ جھک گئے

۱۴۰

آب یاں تو خاتمہ ہے سنواں طرف کا حال  
 ڈیور ہی پہ نگے سر ہے رسول خدا کا عمل  
 غم سے کمر جھکی ہوئی رُخ زرد جی نڈھال  
 وہ کرب ہے کہ ہوتا ہے جو وقتِ انتقال

گر کر اُٹھے تڑپ کے ادھر سے اُدھر گئے  
جس آہ کی تو سب نے یہ جانا کہ مر گئے

۱۲۱

پکڑی طناب خیمے کی گہ اور سمرکبھی  
گھبرا کے پیارے بھائی کی پوچھی خبرکبھی  
کی آہ سامنے کبھی زہراً کی جائی کے  
روکرکبھی لپٹ گئے بیٹے سے بھائی کے

۱۲۲

فرماتے تھے کراہ کے بیٹے سے بار بار  
شانے دباو آئے علی اکبر پدر نثار  
کیسا یہ درد ہے کہ جگر کو نہیں قرار  
بازو کا زور لے گئے عباس نامدار  
واحستا کہ بیکس و بے یار ہو گئے  
سرکس پیٹیں ہاتھ تو بیکار ہو گئے

۱۲۳

چلاتے تھے کہ جان برادر بس اب پھر آؤ  
پہنچا ہے دم لبوں پہ ہمیں آکے دیکھ جاؤ  
بھیا خدا کے واسطے اب برچھیاں نہ کھاؤ  
عباس ہم آخر ہیں تشریف جلد لاو  
پیاری تمہاری ننھے سے ہاتھوں کو ملتی ہے  
لو تم کو ڈھونڈنے کو سکینہ نکلتی ہے

۱۲۴

حضرت تو پیٹتے ہیں یہ کہہ کر بصد ملاں  
خیمے میں غش ہے زوجہ عباس خوش خصال  
ڈیوڑھی میں اہلبیت ہیں سب کھولے سر کے بال  
لب اُن کے اُودے اُودے ہیں منھ گورے گورے ہیں  
آنکھوں آشک ہاتھوں میں خالی کٹورے ہیں

۱۲۵

کہتے ہیں سب لبوں پہ زبانوں کو پھیر کر  
اُب پانی لیکے آتے ہیں عباس نامور  
حضرت سے پوچھتی ہے سیکنہ پچشم خر  
میرے چچا کب آئیں گے ائے شاہ بحروبر  
کیا میں سفر کروں جہاں سے تب آئیں گے  
کیا میں سفر کروں جہاں سے تب آئیں گے  
بہلاتے ہیں حسین کہ بی بی اُب آئیں گے

۱۲۶

گھیرے ہیں اُن کو لاکھ ستم گار ہائے ہائے  
ماں گو دعا کہ بھائی کو میرے خدا بچائے  
وہ کہتی ہیں میں پانی سے گزری نہ مشک آئے  
ہے ہے بس اُب چچا کو میرے کوئی پھر لائے  
رکھے خدا جہاں میں علیؑ کی نشانی کو  
میں کیا کروں گی آگ لگے ایسے پانی کو

۱۲۷

یہ ذکر تھافت کے باجے بجے اُدھر  
ترتیبے زمیں پہ گر کے شہنشاہ بحروبر  
چلائے بڑھ کے فوج سے دوچار اہل شر  
حضرت کہاں ہیں مر گئے عباس نامور  
کیا کیا چلی ہیں تیغوں پہ تیغیں اڑائی میں  
وہ زخم کھائے شیر پڑا ہے تراپی میں

۱۲۸

آفشاں ہے سر کے خون کے چھینٹوں سے سب نشاں  
عباسؓ کا نپ جاتے تھے جھکتا تھا جب نشاں  
نام آوروں نے آج مٹایا عجب نشاں  
کیوں ائے حسینؓ کون اٹھائے گا اُب نشاں  
لاش اُن کی پاکیں ہوئی زخم پھٹ گئے  
جن میں علیؑ کا زور تھا وہ بازو کٹ گئے

۱۲۹

آئی صدا یہ نہر کی جانب سے ایک بار  
تن سے نکل کے آنکھوں میں آنکی ہے جان زار  
اُب ہے فقط حضور کے آنے کا انتظار

بابا کے ساتھ خلد سے تشریف لائی ہیں  
حضرت کی والدہ میرے ملنے کو آئی ہیں

۱۵۰

گھر لٹ گیا ہے خاک اڑاتا ہوں بھائی جان  
طاقت بدن میں آب نہیں پاتا ہوں بھائی جان  
دستِ شکستہ بیٹی کی گردن میں ڈالے ہیں  
بھیا ہمیں تو اکبرِ مہ رو سنجا لے ہیں

۱۵۱

دیکھا جو در سے بنتِ علیؑ نے یہ شہ کا حال  
چلائی کون قتل ہوا آئے علیؑ کے لعل  
دریا پہ فوجِ شام نے مارا دلیر کو  
زینبِ اجل نے چھین لیا میرے شیر کو

۱۵۲

خورشیدِ مشرقِ زمانے سے اٹھ گیا  
وہ عاشقِ حسینؑ زمانے سے اٹھ گیا  
حیدرؑ کا نورِ عین زمانے سے اٹھ گیا  
زینبؓ ہمارا چین زمانے سے اٹھ گیا  
آتا نہیں قرارِ دل بے قرار کو  
دریا پہ رونے جاتے ہیں خدمتِ گزار کو

۱۵۳

اکبر کو ہاتھِ اٹھا کے پکاری وہ سوگوار  
ماتم جوان بھائی کا ہے تم پہ میں نثار  
ہے ہے حسینؑ ہو گئے بے یار و نغمگسار  
اکبرِ خدا کے واسطے بابا سے ہوشیار  
گرنے لگیں تو حیدرِ صدر کا نام لو  
بیٹا پدر کے ہاتھوں کو مضبوط تھام لو

۱۵۳

غلطائے ہو میں بازوئے سرور کے ہاتھ پائے  
اکابر پدر کو نہر پر تھامے ہوئے جو لائے  
فرق آگیا ہماری بصارت میں ہائے ہائے  
چلائے شاہ لاش کدھر ہے کوئی بتائے  
رو لیں گلے لگا کے تن پاش پاش کو  
اکابر ہمیں دکھا دو برا در کی لاش کو

۱۵۴

رکھے چچا کے سینے پہ اور روکے یہ کہا  
اکبر نے شہ کے ہاتھ پکڑ کر بصد بُکا  
چلائے جھک کے لاش پہ سلطان کر بلا  
لبھیے یہی ہے لاش علمدار با وفا  
ٹوٹی ہوئی کمر ہے سنجالو حسینؑ کو  
بھیا زرہ گلے سے لگا لو حسینؑ کو

۱۵۵

عباسؓ ہاتھ کٹ گئے شانوں سے ہے غضب  
ریتی پہ دو طرف یہ تمہارا ہو ہے سب  
لوٹا ہمیں رسول کی امت نے بے سبب  
بھیا ہماری جان لکھتی ہے تن سے آب  
مر جائیں گے چلا دو ہمیں منھ سے بول کر  
دو باتیں کرلو بھائی سے آنکھوں کو کھول کر

۱۵۶

کیوں خاک پر دھرے ہو یہ رخسار خوں میں تر  
آؤ ہم اپنے زانو پہ رکھیں تمہارا سر  
لیتے ہو کیوں کراہ کے کروٹ ادھر ادھر  
ثابت ہوا کہ جلد ہے دنیا سے آب سفر  
ہے ہے دلیل مرگ ہے لکنت زبان کی  
ہچکی نہیں یہ جسم سے رخصت ہے جان کی

۱۵۷

غش میں سنی جو گریہ شبیر کی صدا  
چونکے تڑپ کے حضرت عباسؓ با وفا  
آہستہ کی یہ عرض کہ آئے سب مصطفیٰ  
اس پیار کے ثار اس الطاف کے فدا

زیبا ہے نکلے جان اگر پیشوائی کو  
گویا رسولؐ آئے ہیں مشکل کشائی کو

۱۵۹

جھک کر پکارے شاہ کہ بھیا کہو کچھ اور  
لیں ہچکیاں بگڑنے لگے تیوروں کے طور  
یہ کہہ کے روئے شہ کی طرف کی نظر بغور  
ترپا قدم پہ شہ کے وہ مقتول ظلم و جور  
پھر اکے چشم اشک فشاں بند ہو گئی  
تھرؐ ائے دونوں ہونٹ زباں بند ہو گئی

۱۶۰

قدموں کو کھینچ کر جو کراہا وہ تشنہ کام  
آقا سے جانکنی میں نہ کچھ کر سکے کلام  
گردن پھری ہوئی سوئے سبطِ نبی رہی  
سوکھی زبان دانتوں کے نیچے دبی رہی

۱۶۱

اکبر نے عرض کی کہ بچا جان مر گئے  
منھ تو اٹھا و خاک سے رخسار بھر گئے  
جھک کر پکارے شاہ کے بھیا کدھر گئے  
واحرستا حسینؐ کو بے آس کر گئے  
اوہ کون دے گا دکھ میں نبی کے پسر کا ساتھ  
وہم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ

۱۶۲

ہاں روؤں منویہ بُکا کا مقام ہے  
تم میں شریکِ روحِ رسولؐ انام ہے  
اوہ رخصتِ حسینؐ علیہ السلام ہے  
تاریخ آٹھویں ہے محروم نام ہے  
موت آئی تو شریکِ عزا کون ہوئے گا  
جو سال بھر جیے گا وہ پھرشہ کو روئے گا

۱۶۳

زہرا بھی نے سر ہیں قیامت کرو پا  
پُرسہ نہ دیتے سبِ رسول خدا کو کیا  
ہاں مومنو یہ شاہ کی ہے مجلس عزا  
آگے تمہارے مرتے جو عباس باوفا  
سمجھو شریکِ بزم شہ مشرقین کو  
دلے لو جوان بھائی کا پُرسہ حسینؑ کو

۱۶۴

لپٹو ضریح پاک سے کہہ کہہ کے یا امام  
خاموش ہیں حسینؑ نہیں کرتے کچھ کلام  
پیٹو رسول کو ہوتا ہے اب مرثیہ تمام  
رخصت طلب ہے باپ سے اکبر سالہ فام  
مقتول ظلم و جور ہے اب جان فاطمہ  
ہوتا ہے پختن کا کوئی ڈام میں خاتمه

۱۶۵

غم ہے جاں گزانہ بھی ہووئے گا بیاں  
آنکھوں سے سامعین کے بھی ہیں اشکِ خوں رواں  
بس ائے انیس روک لے اب خامہ کی عنان  
خالق سے عرض کر کہ ائے خلائق انس و جاں  
آنکھوں سے مس کروں میں مزار بتوں کو  
دھلادے جلد مرقدِ سبِ رسول کو



## مرثیہ نمبر ۳

بخدا فارسِ میدانِ تھور تھا حُر ۱۱۱ ایک دو لاکھ سواروں میں بہادر تھا حُر

دارِ دنیا میں آبوزر کی طرح حر تھا حُر  
گوہر تاج سر عرش ہو وہ دُر تھا حُر

ڈھونڈ لی راہِ خدا کام بھی کیا نیک ہوا  
پاک طینت تھی تو انعام بھی کیا نیک ہوا

بحت جب ہو گیا بیدار زہے عزت و جاہ ۲۲۲ حُر پہ کیا فضل خدا ہو گیا اللہ اللہ

حضر قسمت نے بتادی اُسے فردوس کی راہ  
پیشوائی کو گئے آپ شہ عرش پناہ

مذوق دور رہے جو وہ قریب ایسا ہو

بحت ایسے ہوں اگر ہو تو نصیب ایسا ہو

۳

نار سے نور کی جانب اُسے لائی تقدیر  
آبھی زرہ تھا بھی ہو گیا خورشید منیر

شافع حشر نے خوش ہو کے بجل کی تقصیر  
تکیہ زانوئے شبیر ملا وقت آخر

اوج و اقبالِ حشم فوج خدا میں پایا

جب ہوا خاک تو گھر خاکِ شفای میں پایا

۳☆

آیا کس شان سے کعبہ کی طرف چھوڑ کے دیر  
کوئی حضرت کا یگانہ بھی نہ سمجھا اُسے غیر

حق نے لکھ دی تھی جو تقدیر میں فردوس کی سیر  
فتنه و شر سے بچا ہو گیا انعام بخیر

زکرِ خیر اُس مونے پر بھی ہوئے جاتے ہیں

عمل نیک ہر اک وقت میں کام آتے ہیں

۵

کس بنشاشت سے ہوا رہبر ایماں کا رفیق

خلق طینت میں ہو جنکے وہی ہوتے ہیں خلیق

کفر کی راہ سے کارہ تھا جو وہ نیک طریق

تھے تو لاکھوں پہ کسی کو بھی ہوئی یہ توفیق

اوج دیندار کو بے دیں کو سدا پستی ہے  
اصل جستغ کی اچھی ہو وہی کستی ہے

۶

جس کو سبز کرے خود اسد اللہ کا عل	کیوں نہ بالیدہ ہواں کا چمن جاہ و جلال
وہ ثمر پائے کہ پنچے نہ جہاں دستِ خیال	ہو گیا فاطمہ کے باغ میں آتے ہی نہال
کھل گیا غنچہ دل عذر جو منظور ہوئے	
صورتِ برگِ خزاں دیدہ گناہ دور ہوئے	

۷

بخت نے دیر سے پنچا دیا کعبے کی طرف	حر کہاں اور کہاں احمدِ مُرسل کا خلف
جب کہ آنکھیں ہوئیں حق میں تو ملا دُرِّ نجف	دلِ صفا ہو گئے سینے میں تو پائے یہ شرف
نیک جو امریں دل پر وہی ٹھن جاتے ہیں	
جب خدا چاہے تو بگڑے ہوئے بن جاتے ہیں	

۸

آمد آمد کی بہادر کا سنو آب مذکور	وصفِ حر میں ہے زبان معرف عجز و قصور
مہر افلکِ امامت نے کیا رن میں ظہور	جب ہوئی مستعدِ جنگ سپاہِ مقتور
غل ہوا جنگ کو اللہ کے پیارے نکلے	
آئے فلکِ دیکھ زمیں پر بھی ستارے نکلے	

۹

کوئی ہم طاعتِ خورشید کوئی غیرتِ ماہ	کیا کہوں شانِ جوانانِ جنودِ اللہ
چمنِ خلد سے کرنے لگیں حوریں بھی نگاہ	باندھی شیروں نے صفتِ جنگ میانِ جنگاہ
والِ عینوں نے دیرِ ظلم و ستم کھول دیا	
بڑھ کے عباس نے یاں سبز علم کھول دیا	

۱۰

آئی ٹھنڈی جو ہوا بھول گئے تشنہ لبی  
رن میں کڑکا ہوا بجھے لگے باجے عربی  
یکہ تازوں نے کیا شور مبارز طلبی  
اک گھٹا چھا گئی ڈھالوں سے سیاہ کاروں کی  
برق ہر صف میں چمکنے لگی تلواروں کی

۱۱

نیزے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے اسوار بڑھے  
بولے شہ یاں آبھی کوئی نہ زنہار بڑھے  
اسدِ حق کے گھرانے کا یہ دستور نہیں  
میں نبی زادہ ہوں سبقت مجھے منظور نہیں

۱۲

یہ سخن کہہ کے مخاطب ہوئے اعداء سے امام  
تم پہ کرتا ہے حسین آخري جحت کو تمام  
سخن حق کی طرف کانوں کو مصروف کرو  
شور باجوں کا مناسب ہو تو موقوف کرو

۱۳

یہ صدا سنتے ہی خود رک گیا قرنا خوش  
ہو گیا جوڑ کے ہاتھوں کو جلا جل خاموش  
چھپڑنا اُن کو سر و دوں کا بھی ناساز ہوا  
رُعب فرزندِ نبی سُرمہ آواز ہوا

۱۴

یوں گوہر بار ہوئے شاہ کے لب گوہر بار  
قتل سادات کی لشکر میں یہ کیسی ہے پکار  
کم ہوا غلغلہ فوج ستم جب یکبار  
صف کشی کس پہ ہے یہ ائے سپہ ناہنجار

وطن آواروں پر یہ قرق ہے کیوں پانی کا  
کیا زمانے میں یہی طور ہے مہماں کا

۱۵

مجھ کو لڑنا نہیں منظور یہ کیا کرتے ہو  
تیر جوڑے ہیں جو تم نے تو خطا کرتے ہو  
کیوں نبیزادے پے غربت میں جفا کرتے ہو  
دیکھو اچھا نہیں یہ ظلم بُرا کرتے ہو  
شمعِ ایماں ہوں اگر سرمیرا کٹ جائے گا  
یہ مرقعِ ابھی اک دم میں پلٹ جائے گا

۱۶

میں ہوں سردارِ شبابِ چن خلدِ بریں  
میں ہوں انکاشترِ پیغمبرِ خاتم کا نگیں  
میں ہوں خالق کی قسمِ دوشِ محمدؐ کا میں  
مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں  
آبھی نظر وہ سے نہاں نور جو میرا ہوگا  
محفلِ عالمِ امکاں میں آندھیرا ہوگا

۱۷

قلزمِ عز و شرف کا دُرِ شہوار ہوں میں  
آج گو مصلحتاً بیکس و ناچار ہوں میں  
سب جہاں زینگیں ہو وہ جہاں دار ہوں میں  
ورثہِ احمدِ مختار کا مختار ہوں میں  
بخدا دولتِ ایماں اسی دربار میں ہے  
سب بزرگوں کا تبرک میری سرکار میں ہے

۱۸

یہ قباکس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار  
بَر میں یہ کس کا ہے چار آئینہ جو ہردار  
یہ زرد کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار  
کس کا راہوار ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار  
کس کا یہ خود ہے یہ تنگ دوسرے کس کی ہے  
کس جری کی یہ کماں ہے یہ سپر کس کی ہے

۱۹

ایک جملے میں فناہ ہونگے یہ دولاکھشیر  
 کاٹ جائے گی گلے سب کے یپ بُر اشمشیر  
 شیر ہوں لختِ دلِ غالب ہر غالب ہوں  
 میں جگر بندِ علیٰ ابنِ آبی طالب ہوں

۲۰

روک لیتا مجھے رستے میں یہ تھی حُر کی مجال  
 پوچھ لو دیکھا ہے اُس نے میرے شیروں کا جلال  
 گفتگو میں سپر اُسکی جو نہ ہم ہو جاتے  
 ہاتھِ اک دار پہنچوں سے قلم ہو جاتے

۲۱

غیض سے ہونٹ چباتے تھے علیٰ کے دلدار  
 اُگلی پڑتی تھی جگر بندِ حسنٰ کی توار  
 چلتی توار تو جنگل تھہ و بالا ہوتا  
 پھر نہ حُر خلق میں ہوتا نہ رسالہ ہوتا

۲۲

تحا یہ بھرا ہو اعباسٰ میرا شیر جواں  
 میں یہ کرتا تھا اشارہ کہ نہ آئے بھائی جاں  
 سینہ حُر پر کھے دیتا تھانیزے کی سناء  
 رحم لازم ہے ہمیں ہم ہیں امام دو جہاں  
 کچھ ترد نہیں سرتن سے اُتارا جائے  
 کوئی بندہ نہ میرے ہاتھ سے مارا جائے

۲۳

کہ کسی شخص کو کچھ دے کے کرے سب پہ عیاں  
 اُسی جنگل میں مع فوج تھا یہ شنہ دہاں  
 گرچہ یہ امر نہیں اہل سخا کو شایاں  
 پوچھ لو حُر تو ہے موجود عیاں را چہ بیاں

شور تھا آج چلیں جسم سے جانیں سب کی  
منھ سے باہر نکل آئی تھیں زبانیں سب کی

۲۳

مجھ سے دیکھا نہ گیا میں تو سخنی کا ہوں پسر  
میں نے عباس<sup>ؑ</sup> دلاور سے کہا گھبرا کر  
کرم ساقی کوثر کو دکھا دو بھائی  
جتنا پانی ہے وہ پیاسوں کو پلا دو بھائی

۲۴

چھاگلیں جلد منگاؤ میرا دل ہے بیتاب  
سچے منھ کھول کے مشکیزوں کے آپنیچے شتاب  
چین آیا نہ مجھے بے اُنہیں آرام دیے  
تھا جواک جام کا پیاسا ساً سے دو جام دیے

۲۵

تھی یہی فصل یہی دھوپ یہی گرم ہوا  
ٹھنڈے پانی پہ گرے پڑتے تھے ٹھر کے رفقاء  
تشنہ کاموں کا وہ مجمع تھا کہ ملتی تھی نہ جاء  
بھائیو آؤ جو پانی کی طلبگاری ہے  
چشمہ فیض حسین<sup>ؑ</sup> ابن علی<sup>ؑ</sup> جاری ہے

۲۶

آب شیریں کو جو دریا ہوا جنگل میں روائ  
شکر کرنے لگے تر ہوئی ہر ٹھنڈک زبان  
شور تھا ابن یاد اللہ نے جاں بخشی کی  
دین و دنیا کے شہنشاہ نے جاں بخشی کی

۲۸

ایک وہ دن تھا اور اک دن یہ ہے اللہ اللہ  
کوئی اک جام بھی بھر کر ہمیں دیتا نہیں آہ  
کہ اُسی طرح ہمیں پیاس میں پانی کی ہے چاہ  
چشمِ اُمید ہو کیا سب نے پھرائی ہے نگاہ  
ہر مسلمان پُنی زادے کا حق ہوتا ہے  
بچے روتے ہیں تو سینہ میرا شک ہوتا ہے

۲۹

کئی طفل اُن میں کمن کمونے جاتے ہیں  
پانی پانی جو وہ کرتے ہیں تو شرماتے ہیں  
دام اکھڑتا ہے مراجبوں غش آتے ہیں  
پاس دریا ہے پہ اک بوندھیں پاتے ہیں  
سچ ہے غربت کی عجب شام و سحر ہوتی ہے  
تیسرا دن ہے کہ فوتوں میں بسر ہوتی ہے

۳۰

شہ کی مظلومی پُگریاں ہوئی ظالم کی سپاہ  
بولا وہ آشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ  
عمر سعد نے کی مڑ کے رُخ خُر پہ نگاہ  
محسن و منعم و آقا ہے میرا یہ زیجہ  
اُن کے احسان کا کیونکر کوئی منکر ہو وے  
خُن حق میں جوشک لائے وہ کافر ہو وے

۳۱

ایک میں کیا ہوں زمانے پہ احسان اُن کا  
آبر رحمت ہیں خطابوں ہے دام اُن کا  
ہے خوشحال جو غربت میں ہو مہماں اُن کا  
خشک و ترپر ہے کرم خلق میں یکساں اُن کا  
جنتی ہے جسے حاصل یہ شرف ہو وے گا  
جو اُدھر ہو گا خدا اُس کی طرف ہو وے گا

۳۲

یہ ابھی ہا تھا اٹھا کر جو دعا فرمائیں  
جتنے عالم کے گنہگار ہیں بخششے جائیں  
حق سے جس شئے کے طلبگار ہوں فوراً پائیں  
جام کوثر یہیں فردوس سے حوریں لاائیں

میل خورشید ہے روشن وہ شرف ان کا ہے  
یہ وہ بندے ہیں کہ اللہ پھن جن کا ہے

۳۳

ان سے قطرہ کوئی مانگ تو گھردیتے ہیں  
پیٹ سائل کا یہ فاقوں میں بھی بھردیتے ہیں  
ہیں سخنِ ابن سخنی بات پہ سردیتے ہیں  
یا تو زردیتے ہیں فردوس میں گھردیتے ہیں  
آس مجرم کی گنہگار کی امید ہیں یہ  
زرہ پرور جنہیں کہتے ہیں وہ خورشید ہیں یہ

۳۴

حر سے گھبرا کے یہ بولا عمر سعد شیر  
اپنے حاکم کا نہ کچھ ذکر نہ تعریفِ امیر  
یہ تو ہے صاف طرفداریِ شاہ کی تقریر  
اللہ اللہ یہ اوصاف یہ مدحِ شیر  
سن چکا ہوں میں کہ مضطرب ہے کئی راتوں سے  
اُفتِ شاہ پُنچتی ہے تیری باتوں سے

۳۵

نہ وہ آنکھیں نہ وہ چتوں نہ وہ تیور نہ مزانج  
تحنث بخششہ ہے محمد کے نواسے نے کہ تاج  
سیدھی باتوں میں بگڑنا یہ نیا طور ہے آج  
جن کو سمجھا ہے غنی دل میں وہ خود ہیں محتاج  
کون سا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے  
کہیں کوثر کے تو چھینٹوں میں نہیں آیا ہے

۶

کیا کسی حور کا دکھلا دیا حضرت نے جمال  
مل گیا سایہ طوبی کہ جو ایسا ہے نہال  
قصرِ یاقوت میں پہنچا جو تیر انگ ہے لال  
کون سے میوہ شیریں پہنچتی ہے رال  
دفعتاً حق نمک کو بھی فرموش کیا  
کیا تجھے بادہ تسمیم نے بے ہوش کیا

۳۷

قرۃ العینِ محمد پر نظر ہے تیری  
میں جہاں دیدہ ہوں سب مجھ کو خبر ہے تیری  
جسمِ خالی ہے ادھر جانِ ادھر ہے تیری  
ہونٹ بھی خشک ہیں اور چشم بھی تر ہے تیری  
راہ میں کچھ جو سلوک اور نوازش کی ہے  
تو نے فرزندِ یاد اللہ سے سازش کی ہے

۳۸

لکھیں گے عہدِ اخبار پر جو ہیں مامور  
خیرِ مخفی نہ رہے گا یہ قصور اور فتور  
حاکمِ شام ہے جابر وہ سزادیگا ضرور  
گر تجھے دار پر کھنچ تو کچھ اُس سے نہیں دور  
سب تیری قوم کے سر تن سے جدا ہو دیں گے  
زَان و فرزندِ گرفتارِ بلا ہو دیں گے

۳۹

آنکھیں نکلیں گی محبت سے جو دیکھے گا ادھر  
نفع اُس امر میں کیا جس سے ہو مردم کا ضرر  
شجرِ قامتِ سرور پر جو ڈالے گا نظر  
شجرِ قامتِ سرور پر جو ڈالے گا نظر  
الفتِ زلف میں بھی پیچ میں تو آئے گا  
خالِ رُخ دیکھا تو گھرِ خالصے لگ جائے گا

۴۰

تو اسی راہ میں نقصان تیرا ہو وے گا کمال  
بدروپیشانی سرور کا جو ہے سر میں خیال  
تیر و شمشیر ہے اب رو کی محبت کا مآل  
سب میں ہو جائے گا انگشت نما مشکل ہلال  
عشقِ رُخسار میں رُتبہ گھٹ جائے گا  
منھ پر کہتا ہوں کہ چہرہ ابھی کٹ جائے گا

۴۱

لب پر ہر رتبہ بیکس کی شنا لانا کیا  
خوف کس بات پیاسوں سے یتھر انکیا  
ہو نبی یا کہ وصی جنگ میں شرمانا کیا  
نگ کی بات ہے دشمن کی طرف جانا کیا

آبھی لیجا میں جو شیر کا سر ہاتھ لگے  
خلد ہم اس کو سمجھتے ہیں کہ زر ہاتھ لگے

۲۲

قابلِ لعن ہے تو اور تیرا وہ سردار  
ابن زہراً ہے جگر بندِ رسولِ مختار  
اک زمانہ صفتِ آلِ عبا کرتا ہے  
آپِ قرائ میں خدا ان کی شنا کرتا ہے

۲۳

تصفیوں کا زبان پر کوئی کیونکر لائے  
کسی انسان نے نہ دنیا میں یہ رتبے پائے  
الفتِ آل میں میری تو خوشِ اقبالی ہے  
سنگ ہے ان کی محبت سے جو دل خالی ہے

۲۴

اسفلوں سے ہے محبت تجھے آئے سفلہ مزاج  
خاک پاؤں کا ہوں میں جو ہے سر عرش کا تاج  
جس کو کاندھے پہ محمدؐ کے ملی ہے معراج  
میرے آقا ساختی کون ہے کونین میں آج  
کیوں تیرے سامنے مکروں کہ نہیں بخشنا ہے  
ہاں مجھے شاہ نے فردوسِ بریں بخشنا ہے

۲۵

باغ جو مجھ کو دکھایا اُسے کیا جانے تو  
 Rahatِ روح ہے جس باغ کے ہر پھول کی بو  
 مجھ کو اللہ نے بخشی ہیں وہ حوریں خوشنرو  
 کہ جنہیں تیرے فرشتوں نے نہ دیکھا ہو کبھو  
 نامِ کوثر کا نہ لے تو مجھے جوش آتا ہے  
 انہیں چھینٹوں سے توبے ہوش کو ہوش آتا ہے

۳۶

عزتِ دیں شرفِ کون و مکاں ہے شبیر  
جان زہراؤ کی محمدؐ کی زبان ہے شبیر  
سنگ پانی ہو وہ اعجاز بیاں ہے شبیر  
جان کیوں ہو نہ اُدھر جان جہاں ہے شبیر  
مہرباں ہوں تو ابھی عقدہ کشائی ہووے  
وہ نہ بخششیں تو خدا تک نہ رسائی ہووے

۳۷

کیا میں اور کیا وہ ریاست میری کیا میرے عیال  
وال کی املاک و زراعت کا ہو کیا مجھ کو خیال  
جب کہ آفت میں بچنسی احمد مختار کی آل  
یاں ہوئی جاتی ہے سادات کی کھیتی پامال  
گھر کا اب دھیان نہ بچوں کا الہم ہے مجھ کو  
خانہ بر بادی شبیر کا غم ہے مجھ کو

﴿۳۸﴾

حکمرانوں کی عطا پر ہے تیرا دار و مدار  
دار دنیا سے تعلق نہیں رکھتے دیندار  
کیا مجھے دار پر کھینچے گا وہ ظالم غدار  
خواب غفلت ہے اُسے میرا ہے طالع بیدار  
کسی سردار نے یہ اوج نہ پایا ہوگا  
دار طوبی کا میرے فرق پر سایہ ہوگا

۳۹

ہے سرافراز سدا عاشق پیشانی شاہ  
سجدہ کیجیے کہ ہے بیت ابر وؤں کی بیت اللہ  
عشق آنکھوں کا ہے مردم کے لیے نورِ نگاہ  
ہے وہ یوسف جسے ہو مصحف رُخسار کی چاہ  
عاشق لب کو خدا لعل و گوہر دیتا ہے  
وہ ذہن چشمہ کوثر کی خبر دیتا ہے

۵۰

حال رُخسار نہیں کوئے سعادت ہے یہ  
مجھ سے مجرم کے لیے مہر شفاعت ہے یہ  
ہوں جو آشقتہ گیسو تو سعادت ہے یہ  
بخدا سلسلہ بخششِ امت ہے یہ

شبِ مراجِ رسولِ دو جہاں سمجھا ہوں  
اُس کے ہر تارِ کو میں رشتہ جاں سمجھا ہوں

۵۱

وصفِ دنداں میں رہے جس کی زبانِ گوہ بار  
موتیوں سے دہن اُس شخص کا بھردے غفار  
حوریں غرفوں سے دکھائیں اُسے رنگِ خسار  
دَمبدِم چاہنے والوں کے لہو گھٹتے ہیں  
یہ گلا وہ ہے گلے جس کے لیے کٹتے ہیں

۵۲

صدقِ اُس سینے پہ ہیں عاشق صافی سینہ  
خاک اُس دل پر جو اس سینے سے رکھ کینہ  
حق نما ہے تو جہاں میں ہے یہی آئینہ  
فیض پاتا ہے وہ جس دل میں ولاد ہوتی ہے  
اُس کا عاشق ہو تو ہوں کو رکی آنکھیں بینا  
چشم کو اُنکی زیارت سے چلا ہوتی ہے

۵۳

پاؤں یہ ہیں کہ ان پاؤں کو جو ہاتھ لگائے  
تو سر دستِ سرآفرازی کو نین وہ پائے  
گردِ نعلین مبارک جو اثرِ اپنا دکھائے  
تو تیا ہو وے خجلِ کھل جو ہر شرماۓ  
صدقِ کردیں گے سر ان پاؤں پہ ہم ایسے ہیں  
دوشِ احمد پر رہے جو یہ قدم ایسے ہیں

۵۴

عملِ خیر سے بہ کانہ مجھے او ابلیس  
یہی کونین کا مالک ہے یہی راس و ریس  
کیا مجھے دیگا تیرا حاکم ملعون و خسیں  
کچھ ترددیں کہہ دے کہ لکھیں پر چہ نویں  
ہاں سوئے ابنِ شہنشاہِ عرب جاتا ہوں  
آئے ستگر جو نہ جاتا تھا تو اب جاتا ہوں

55

سرخ آنکھیں ہوئیں ابرو پہل آئے اک بار  
کہہ کے یہ ڈاب سے غازی نے نکالی تلوار  
پاؤں رکھنے لگا بن بن کے زمیں پر را ہوار  
تن کے دیکھا طرف فوجِ امامِ ابرار  
غل ہوا سیدِ والا کا ولی جاتا ہے  
لو طرفدارِ حسینؑ ابنِ علیؑ جاتا ہے

وقتِ امداد ہے یا فاتحِ خیر مددے  
حر نے نعرہ کیا یا حیدر و صدر مددے  
بندہ آل ہوں یا خواجہ قنبر مددے  
زوجِ زہراً مددے نفسِ پیغمبر مددے  
تن تنہا ہے غلام اور کئی اظلم ہیں  
آئی آواز کہ آئے حر تیرے حامی ہم ہیں

پاک عصیاں سے ہوا نامہِ اعمال تیرا  
مل گئی راہِ خدا وہ رے اقبال تیرا  
جلد جا جلد کہ شاق ہے میرا لعل تیرا  
جزمِ ماضی ہوئے سب عنخوش حال تیرا  
مرد ہے جس کی یہ ہمت یہ ارادہ ہو وے  
ہاں بہادر تیری توفیق زیادہ ہو وے

ذیرِ فردوس پہ مشتاق کھڑا ہے رضوان  
منتظر ہیں تیرے سب فوجِ حسینی کے جواب  
شور کوثر پہ ہے شبیر کا مہماں ہے کہاں  
راہِ نیکتی ہیں تیری دیر سے حورانِ جہاں  
فوجِ قدسی تیری ہمت کی شنا کرتی ہے  
فاطمہؓ آج تیرے حق میں دعا کرتی ہے

مٹ گئی سب تیرے اعمال کی تختی آئے حر  
تو بہشتی ہے یہ کافر ہیں لکنستی آئے حر  
کس تلاطم سے بچی ہے تیری کشی آئے حر  
دیکھے اب صورتِ حوران بہشتی آئے حر

غضب اللہ کا شبیر کی ناراضی ہے  
چین تجھ سے ہیں راضی تو خداراضی ہے

۶۰

اور بالیدہ ہوا سن کے یہ مژدہ وہ ہزار  
دل بیتاب پکارا کہ نہیں طاقت صبر  
آب تو اس فوج میں اک دم کی بھی تعویق ہے جب  
تعدوزخ ہے مسلمان کے لیے صحبت گبر  
ہاں اٹھا باغ جو شیدائے شہر عالی ہے  
فوج اللہ و نبی میں تیری جاءے خالی ہے

۶۱

سن کے یہ باغ جویں اسپ سبک تازاڑا  
ڈر سے رنگ عمر شعبدہ پرداز اڑا  
کیا اڑا رخش کہ طاؤں بصد نازاڑا  
دی پرندوں نے یہ آواز کہ شہبازاڑا  
باغ زہرا میں نیسم سحری جاتی ہے  
غل تھا دربار سلیمان میں پردی جاتی ہے

۶۲

کیا دو تین رسالوں نے تعاقب ہر چند  
حُر کا ہاتھ آنا تو کیسا نہ ملی گرد سمند  
کہتے تھے شرم سے وہ لے کے جودوڑے تھے کمند  
یہ چھلاوہ تھا کہ آندھی یہ فرس تھا کہ پرند  
کیا سبک سوئے چمن باد بہاری پہنچی  
ہم یہیں رہ گئے وال حر کی سواری پہنچی

۶۳

ہاں ہوئے علم امامت سے شہیدیں آگاہ  
ہنس کے عباس سے فرمایا کہ آئے غیرت ماہ  
میرے لشکر کی طرف ہے رُخ حرزیجاہ  
سب سے کہہ دوک نہ روکے کوئی اُس شخص کی راہ  
جاوے لینے کو عجب رُتبہ شناس آتا ہے  
میرا مہماں میرا عاشق میرے پاس آتا ہے

(۶۲)

زکر یہ تھا صدا دور سے آئی اک بار  
آگیاث آئے جگر و جان رسول مختار  
 مجرم ایسا ہوں کہ عصیاں کا نہیں جس کے شمار  
 عفو کر غفوکہ آئے پشمہ فیض غفار  
 پار دریائے خطاء سے میری کشتنی ہو وے  
 دوزخی بھی تیرے صدقے سے بہشتی ہو وے

۶۵

کئی داروں سے تلاطم میں ہوں آئے شاہنشاہ  
 مد آئے نوح غریبان میرا بیڑا ہے تباہ  
 دست و پاگم ہیں کچھا یسے کہ نہیں سو جھتی راہ  
 شور کرتا ہوں کہ بتلائے کوئی جائے پناہ  
 ابر رحمت کی طرف جا یہ صدادیتے ہیں  
 سب تیرے دامن دولت کا پتہ دیتے ہیں

۶۶

تیرے دامن کے ثارائے میرے آقائے جلیل  
 رحم کر رحم کہ شرمندہ ہے یہ عبدیلیل  
 دل خنک ہو وے جو نکلے کوئی کوثر کی سبیل  
 جان آجائے جوموا لائے دو عالم ہوں کفیل  
 نہ وزیروں میں یہ ہمت نہ شہنشاہ میں ہے  
 سب میرے درد کا درماں تیری دارگاہ میں ہے

۶۷

خلق میں آپ کے والد کے کرم ہیں مشہور  
 بات میں بخش دیے سینکڑوں بندوں کے قصور  
 مجھ سے ہیں باگ پکڑ لینے سے آزردہ حضور  
 بخش دیج تو کرم سے نہیں کچھ آپ کے دور  
 یہ تو کیونکر کہوں میں لاٹ تعریں نہیں  
 مگر اسود سے زیادہ میری تقصیر نہیں

۶۸

آئے خبر گیر گروہ غر بادر کنی  
 ہاتھ باندھے ہوں میں آئے عقدہ کشا ادر کنی  
 پاؤں لغزش میں ہیں آئے دست خدا ادر کنی  
 ضعفا ادر کنی

دیجیے ہر کو سند نار سے آزادی کی  
آئیے جلد خبر لیجیے فریادی کی

۶۹

میرے اعمال میں ہر چند سراسر ہے بدی  
ہوں گنہگارِ خدائے ازلی و ابدی<sup>۱</sup>  
آئے خداوندِ جہاں خُذ بیدی خُذ بیدی  
آپ ہیں مالکِ سرکارِ جنابِ احمدی  
جو ہی دست ہیں تکتے ہیں شہنشاہ کا ہاتھ  
آپ کا ہاتھ زمانے میں ہے اللہ کا ہاتھ

۷۰

ایک یہ خستہ تن اور در پئے جاں لا کھ حریف  
آئے سُلیمان کہیں پامال نہ ہو مورِ ضعیف  
چھوڑ کر آپ کی سرکار کہاں جائے نحیف  
ہوں سرافراز جو اتنا ہی کرم ہو جائے  
نام قنبر کے غلاموں میں رقم ہو جائے

۷۱

استغاشہ جو کیا حرنسے یہ بادیدہ نہم  
جوش میں آگیا اللہ کا دریائے کرم  
خود بڑھے ہاتھوں کو پھیلا کے شہنشاہِ اُم  
حرکو یہ ہاتھ غبی نے صدادی اُس دم  
شکر کر سبیط رسولِ نقلین آتے ہیں  
لے بہادر تیرے لینے کو حسین<sup>۲</sup> آتے ہیں

۷۲

حرنے دیکھا کہ چلے آتے ہیں ہیں پیدل شیر  
دوڑ کر چوم لیے پائے سرِ عرشِ سریر  
شہ نے چھاتی سے لگا کر کہا آئے با تو قیر  
میں نے بخشی میرے اللہ نے بخشی تقصیر  
میں رضا مند ہوں کس واسطے مضطرب ہے تو  
مجھ کو عباس<sup>۳</sup> دلاور کے برابر ہے تو

۷۳

سہل کر دیں اُسے اور کوئی ہو مشکل  
بھائی آجھ سے بغلگیر تو ہوکھوں کے دل  
غافر و آرم و تواب ہے رب عادل  
جسم سب محو کیے حق نے تیرے دفتر سے  
آج پیدا ہوا گویا شکم مادر سے

۷۴

قابل عفو نہ تھے بندہ آثم کے گناہ  
سب ہے صدقہ انہی قدموں کا خدا ہے آگاہ  
نظر ذرے پہ جو ہو نیرِ تاباں ہو وے  
آپ جس مور کو چاہیں وہ سلیمان ہو وے

۷۵

کون مقداد تھے سلمان و آبوزر تھے کون  
شورِ عالم میں جو ہے مالکِ اشتہر تھے کون  
انہیں قدموں کا تصدق تھا کہ ممتاز ہوئے  
اسی سرکار کی خلعت سے سرفراز ہوئے

۷۶

شانے فرمایا کہ خالق کی عنایت ہے سب  
دے کسی شخص کو بندے کو یہ مقدر ہے کہ  
اویس سبب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سبب  
اپنے کیسے سے نہ ہم دام و درم دیتے ہیں  
جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں

۷۷

لاکھ ہاتھ اس کے ہیں دینے کے وہ ایسا ہے جواد  
ہم اگر بھولیں تو بھولیں اُسے ہر وقت ہے یاد  
رزق وہ حوصلہ حرص سے دیتا ہے زیاد  
شگرِ معبد کا اس پر بھی نہیں کرتے عباد

وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اُس کا  
کبھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ اُس کا

۷۸

صاحبِ جود ہے وہا ب ہے محمود ہے وہ جس قدر اُس سے طلب کیجیے خوشنود ہے وہ  
بخشش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں معبود ہے وہ  
پرورش جرم پر بھی صبح و مسا ہوتی ہے  
یاں سے ہوتی ہے خطواں سے عطا ہوتی ہے

۷۹

کہہ کے یہ ساتھ لیے رُکوچلے شاہِ اُمم  
ہاتھ میں ہاتھ تھامہ ان کا اللہ رے کرم  
راس و چپ قاسم و اکبر تھے زہ شان حشم  
سر پر کھولے ہوئے تھے حضرت عباس علم  
دور سے اہل خطاطیر جو برستے تھے  
رُفقاء سائے میں ڈھالوں کے لیے آتے تھے

۸۰

بو لے عباس کمر کھول اب آئے نیک آنجام  
لائے اس عزت و حرمت سے جو مہماں کو امام  
عرض کی حر نے کمر خلد میں کھولے گا غلام  
شہ نے فرمایا مناسب ہے کوئی دم آرام  
فاتحہ پڑھ کے یہ شمشیر و سپر باندھی ہے  
آج اس عزم پر خادم نے کمر باندھی ہے

۸۱

ایک ہی وار میں دونوں کوکروں گا چورنگ  
ہے بہت شر و عمر سے مجھے لڑنے کی امنگ  
شہزادوں کی سپر ہوں کہ عبادت ہے یہ جنگ  
لشکر شام سے پیغم چلے آتے ہیں خندگ  
کہیں ایسا نہ ہو بچہ کوئی بے جاں ہو وے  
پہلے یہ تازہ غلام آپ پر قرباں ہو وے

۸۳

مجھکو مرکر بھی نہ بھولے گی مجبت تیری خیر فردوس میں ہو جائے گی دعوت تیری	شہ نے فرمایا کہ دشوار ہے فرقہ تیری واذر ریغا ہوئی پچھا ہم سے نہ خدمت تیری آن رُتہ تیرا خیل شہدا میں ہوگا شب کو تو صحبتِ محبوبِ خدا میں ہوگا
-------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

۸۴

راہیں ہر سمت کی روکے ہوئے ہیں اہل ضلال نان جو کا بھی ہے ملنا کسی قریب میں محال	تجھ سے مخفی نہیں ہفتہ سے جو پچھے ہے مرا حال قطع پانی کا ہے اس دشت میں گندم کا ہے کال سب کو ایذا عوض آب غذائی ہے دودھ اصغر کونہ عابد کو دو املاقی ہے
-----------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

۸۵

شہ نے رومال رکھا آنکھوں پر رونے لگے سب شہ بو لے کہ عجب دوست چھٹا ہائے غضب	حر نے روکر سرِ تسلیم جھکایا بہ ادب جب چڑھا گھوڑے پوہ عاشقِ سلطانِ عرب ڈمبدم یاں سے جو آوازِ بُکا جاتی تھی گریپ آںِ محمد کی صدائی تھی
------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

۸۶

چوکڑی بھول گئے جس کے نگاپو سے ہر ان ہاتھ میں تنقی سپر دوش پر میں جوشن	حر چلا فوجِ مخالف پہ اڑا کرتے تو سن وہ جلال اور وہ شوکت وہ غصب کی چتوں دوسرے دوش پہ شملے کے جو بل کھاتے تھے کا گل حور کے سب پیچ کھلتے جاتے تھے
--------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

۸۷

دستِ فولاد باجاتا تھا دستانوں سے آنکھ لڑ جاتی تھی دریا کے نگہبانوں سے	زور بازو کا نمایاں تھا بھرے شانوں سے بر چھیوں اڑتا تھا دب دب کے فرس رانوں سے
--------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------

خودِ رومی کی جو صوتاً بے فلک جاتی تھی  
چشمِ خورشید میں بجلی سی چمک جاتی تھی

۸۷

تھایہ ظاہر کہ نکالے ہے زباں مار سیاہ آفتابی وہ سپر جس سے بخل گروہ ماہ	نیزہ حرکی سنائ پرنہ ٹھہر تی تھی نگاہ قبضہ تن پر کھے تھی سر عجز پناہ
قد راندازوں کو جانوں کے اُدھر لائے تھے تیر ترش کے نہ تھے آگ کے پر کالے تھے	

۸۸

کس بشاشت سے اڑاتا ہوا رہوار آیا جا شارِ خلفِ حیدر کرا آیا	رَنْ میں جب شہ کی طرف سے حُرِّ دیندار آیا غل ہوا سید مظلوم کا غنوہ را آیا
	تُقِّ نور سرِ راہ نظر آتا تھا جلوہ قدرتِ اللہ نظر آتا تھا

۸۹

پہلے کچھ اور ہی جلوہ تھا پر اب اور ظہور غل تھا آتا ہے ملک پہنے ہوئے خلعتِ نور	آنے جانے کا بہادر کا کروں کیا مذکور اے خوش ارتبہ فیضِ قدم پاک حضور
صحتِ اہلِ ولادل میں چلا کرتی ہے ہمس کو اک آن میں اکسیر طلا کرتی ہے	

۹۰

زرِ خاک کو خورشید کیا اک دم میں یہ وہی حری جری ہے جو ابھی تھا، میں	واہ کیا فیض ہے سر کارِ شہ عالم میں نور یہ حور میں دیکھانے بنی آدم میں
تن ہے خوبصورخ گلرگ تروتازہ ہے خاکِ نعلین مبارک کا عجب غازہ ہے	

۹۱

چاندنی جس سے کرے کسب خیا تھن ایسا  
ہوش پر یوں کے اڑے جاتے ہیں تو سن ایسا  
گلشنِ دہر میں لو باد بہاری آئی  
قاف میں غل ہے سلیمان کی سواری آئی

۹۲

دامن حضرت شیر نے ڈھانپے میرے عیب  
بارک اللہ کی دیتا ہے صدا ہاتھِ غیب  
فیض پا کر پئے شمشیر زنی آیا ہوں  
یاں سے محتاج گیا وال سے غنی آیا ہوں

۹۳

نور بخشنا قمرِ فاطمہ کے پرتو نے  
گنج وہ لایا ہوں دیکھا جونہ تھا خرسو نے  
دُور دُور آج سے میرا ہے زمانہ میرا  
کبھی خالی نہیں ہونے کا خزانہ میرا

۹۴

مل کے آیا ہوں من اپنا قدم حضرت سے  
وابع وہ لوگ جو محروم ہیں اس دولت سے  
مجھ کو بھی دیکھ کے بیدار نہیں ہوتے ہو  
ہے غصب آنکھیں تو کھولے ہو مگر سوتے ہو

۹۵

جانِ سلطانِ رسالت کو غنیمت جانو  
نورِ خالق کی زیارت کو غنیمت جانو

ساتھ اس کے بَرَکت خلق سے اُٹھ جائے گی  
پھر جو ڈھونڈو گے یہ دولت تو نہ ہاتھ آئے گی

۹۶

اس ہوا پر ہو کہ بجھ جائے چراغِ اسلام  
خوشنا کب ہے وہ تسبیح نہ ہو جس میں امام  
شکرِ احسان جنابِ احمدی کرتے ہیں  
پیشوں سے کہیں پیرو بھی بدی کرتے ہیں

ایک سید کے مٹا دینے میں ہے کون سا نام  
گرہودا نا تو کہو بد ہے کہ ہے نیک یہ کام

۹۷

یہ سخنِ سُن کے پکارا پسر سعد شیر  
ہاں طرفدار شہر دیں پہ چلیں نیزہ و تیر  
لیے حربوں کو بڑھا فوج کا آبوہ کثیر  
حر کا منہ سرخ ہوا فوج ستم زرد ہوئی  
شعلہ تنے سے بھل کی چک گرد ہوئی

۹۸

استخواں کا نپ گئے زیر زمیں رستم کے  
برقِ شمشیر سے ڈرڈر کے فرس بھی چمکے  
نوبتِ جنگ نہ آئی تھی کہ دل ٹوٹ گئے  
بیر قیں گر گئیں ہاتھوں سے نشاں چھوٹ گئے

۹۹

غیظ میں آن کے گھوڑا بھی عجب کف لایا  
روند ڈالا اُسے دم میں جسے سرکش پایا  
اُس کا قاتل تھا جو دشمن شہزادی کا تھا  
کاٹ ہر نعل میں شمشیر ہلائی کا تھا

۱۰۰

آگ برسانے کو بھلی سوئے جنگاہ چلی  
حشر برپا تھا کہ تنگِ حر زیجاہ چلی  
کس کرشمہ سے وہ لیلیٰ ظفر راہ چلی  
زخم سینے کے گریباں کی طرح پھٹتے تھے  
چال کیا تھی کہ ہزوں کے گلے کلتے تھے

۱۰۱

کچ آدائی کو نہ چھوڑا وہ لڑائی نہ گئی  
کیں صفائی صاف مگر منہ کی صفائی نہ گئی  
سینکڑوں خون کیے اور کہیں آئی نہ گئی  
کانٹ چھانٹ اور لگاؤٹ وہ رکھائی نہ گئی  
شور تھا برق پئے جلوہ گری نکلی ہے  
جان لینے کو اجل بن کے پردی نکلی ہے

۱۰۲

پل نہ گزرے کہ صفائی زیروز بزرگرتی ہے  
جس طرف دیدہ جوہر سے نظر کرتی ہے  
ہے وہ طرّار کہ آنکھوں میں یہ گھر کرتی ہے  
چشم ہر چند کہ پُتلی کو سپر کرتی ہے  
اس کے افسوس سے جو ساحر ہو وہ جل جاتا ہے  
سحر پریوں کا اسی طرح سے چل جاتا ہے

۱۰۳

کاٹ جائے تو کبھی لہر نہ لے پھر کالا  
پھونکنے بھل کیویہ اس آگ کی ہے پر کالا  
آگیا دام میں جس شخص پڑو راڑا والا  
برچھیاں چل گئیں اس پر جسے دیکھا بھالا  
اُسکے پانی میں کف ماریساہ گھولا ہے  
باثھ ہے یاملک الموت نے منہ گھولا ہے

۱۰۴

دست و پا صدر و کمر گردن و سر کاٹ گئی  
آئی جس غول پہ لاشوں سے زمیں پاٹ گئی  
دیکھی تیغوں کی جدھر باثھ اسی گھاٹ گئی  
چاٹ ایسی تھی اہوکہ صفائی چاٹ گئی

جس پر جاتی تھی نہ بے جان لیے پھرتی تھی  
ایک بجلی تھی مگر لاکھ جگہ گرتی تھی

۱۰۵

زور دکھلاتا تھا ہر رضب میں کس بل اُس کا  
جو بڑھا جنگ میں قصہ ہوا فیصل اُس کا  
شور تھا دیکھیے کیسے یہ بلاٹتی ہے  
اسقدر جلد تو سیفی بھی نہیں چلتی ہے

گل نئے پھوٹے جو برچھی پلگا چھل اُس کا  
ڈھیر تھا خاک پہ کاٹا ہوا جنگل اُس کا  
شور تھا دیکھیے کیسے یہ بلاٹتی ہے  
اسقدر جلد تو سیفی بھی نہیں چلتی ہے

۱۰۶

سر اٹھایا تھا یہ گھوڑے نے کہ عنقا ہوں میں  
برق کہتی تھی کہ تلوار ہے یہ یا ہوں میں  
کس میں ہے یہ جو تڑپ زیر فلک میری ہے  
تغ کرتی تھی اشارہ یہ چمک میری ہے

۱۰۷

ہاتھ اڑا دیتی تھی پہنچوں سے تو سر گردان سے  
چل گئی بادِ مخالف جدھر آئی سن سے  
جو ش طوفاں کا دکھا کروہ خوش اسلوب گئی  
خون کے دریا میں ہر اک کشتی تین ڈوب گئی

۱۰۸

کثرتِ جو ہر راتی سے وہ گوجال میں تھی  
تھی چمک جانے میں بھلی تو پری چال میں تھی  
کہیں دم لینے کی مہلت تھی نہ بسمل کے لیے  
تھی جگر کے لیے برچھی تو چھری دل کے لیے

۱۰۹

لَا کھڑپا وہ نہ بے جان لیے باز آئی  
اُڑ گیا طائِ جاں اور نہ آواز آئی  
صید کرنے کو جدھر صورتِ شہباز آئی  
غل ہوا شہپر شاہین کے تلے قاز آئی  
گرچہ قبضے میں لیتھی اُس پر چھوڑ دیا  
تحاذ بس صید زبوں کاٹ کے سر چھوڑ دیا

۱۱۰

تاب نے مرگِ مفاجات کا گھر دکھلایا  
گھاٹ نے آئینہِ فتح و ظفر دکھلایا  
آب نے آتشِ سوزاں کا اثر دکھلایا  
باڑ نے جادہِ صحراء سے سقر دکھلایا  
تنع کہتی تھی دارِ فتح کی مفتاح ہوں میں  
قولِ قبضے کا یہ تھا قابضِ رواح ہوں میں

۱۱۱

خم وہ پایا تھا کہ شرمائے ہلاںِ عید  
برش ایسی تھی کہ کٹ کٹ گئی سب فوجِ یزید  
حر کے ہاتھ آگئی تھی گلشنِ جنت کی کلید  
جامہ کفر کے پرزاے تھے زہ قطع و بُرید  
نہ بچاتا رِ نفسِ خلق میں جینے کے لیے  
چاکِ زخموں کے فقط رہ گئے سینے کے لیے

۱۱۲

کئی حملے کیے پہم جو کمانداروں پر  
چٹکیاں سب کی دھری رہ گئیں سوفاروں پر  
چل گئے تیرِ ملامت کے خطاكاروں پر  
رُخ پھرا تھا کہ گری بر قسمگاروں پر  
جل کہ خرمن یوں ہوا خاک کہ گوشہ نہ ملا  
کشکش میں کہیں چھپنے کو بھی گوشہ نہ ملا

۱۱۳

دم میں اُس شیر نیتاں نے قلم کرڈا لے  
آفت مرگ کو سرسے کوئی کیونکرڈا لے  
نیزہ فوجِ ستمگار تھے دیکھے بھالے  
گرچہ تھے جان لڑائے ہوئے لڑنے والے

جب سواروں کے پرے جنگ پُل جاتے تھے  
بند سب ناخن شمشیر کے حل جاتے تھے

۱۱۳

تھی نئی آمد رفت اور نئی طرح کی چال  
کبھی تلوار کبھی خنجر بُراں کبھی ڈھال  
ضرب کو روک کے دشمن کو فنا کرتی تھی  
دام بدم فوج سنگر بھی شنا کرتی تھی

۱۱۵

حل بجھے کشتی تن خون میں طوفانی ہے  
ضرب میں فرد ہے یہ زور میں لاثانی ہے  
زور تھا مجھ میں نہ ایسا نوغما کی طاقت  
سب ہے یہ سب سط پیغمبر کی دعا کی طاقت

۱۱۶

ورطہ قلزم آفت میں گھر ڈوب گیا  
کشمکش تھی کہ عرق میں گل تر ڈوب گیا  
تھا کبھی شیر سا بپھرا ہو شمشیروں میں  
کبھی نیزوں کے نیتیاں میں کبھی تیروں میں

۱۱۷

کبھی اس صف میں دار آیا کبھی روندی وہ صف  
کبھی دریا کے کنارے کبھی صحرا کی طرف  
جتنے مجرد حلقہ دام ان کے نکل جاتے تھے  
شیر بھی نام علی سُن کے دل جاتے تھے

۱۱۸

خُل تھرّاتے تھے سب گونج رہا تھا جنگل  
 سر کی جاتی تھی زمیں رن کی غضب تھی ہلچل  
 کوند جاتی تھی سروں پر جو وہ شمشیرِ اجل  
 منہ کے بل گرتا تھا کوئی تو کوئی سر کے بل  
 حشر برپا تھا سواروں پر فرس لوٹتے تھے  
 دو پہ چار ایک پہ دو پانچ پہ دس لوٹتے تھے

۱۱۹

بڑھ کے فرماتے عباس زہے عزت و جاہ  
 بارک اللہ کی دیتا تھا صدا دلبر شاہ  
 کہتے تھے ابن حسن وہ حربِ غازی وہ وہ وہ  
 شاہ ہر ضرب پہ فرماتے تھے ما شا اللہ  
 اپنی جانبازی کا غازی جو صلہ پاتا تھا  
 مسکراتا ہوا تسلیم کو جھک جاتا تھا

۱۲۰

حیف جھکنے میں لعینوں نے جو فرصت پائی  
 سامنے چھوڑ کے سب فوج عقب سے آئی  
 لاکھ خونزیز اُدھر اور ادھر تہائی  
 باگ گھوڑے کی پھرا تھا کہ برجھی کھائی  
 آگیا موت کے پنجے میں نہ کچھ دریگی  
 فرق پر گرز لگا دوش پہ شمشیر لگی

۱۲۱

سینہ غُربال ہوا تیر چلے اعدا کے  
 رکھ دیا شیر نے قابوں پر سرنہوڑا کے  
 علی اکبر نے یہ حضرت سے کہا چلا کے  
 گر ہوا رشاد تو مہماں کو سنجا لوں جا کے  
 خادم حضرت زہراؤ علیؑ گرتا ہے  
 خاک پہ اب وہ سعید از لی گرتا ہے

۱۲۲

شاہ رونے لگے سنتے ہی یہ مہماں کی خبر  
 ہو گئی آنسوں سے ریش مبارک سب تر  
 علی اکبر سے کہا تم ابھی ٹھہر و دلبر  
 خر کی امداد کو ہم جائیں گے آئے نورِ نظر

کس سے اس وقت کھوں میں جو قلق مجھ پر ہے  
لاش اٹھاؤں گا یہ مہمان کا حق مجھ پر ہے

۱۲۳

عرض کی حضرت عباس نے جاتا ہے غلام  
جو ش رقت میں کہا شہ نے نہیں آئے گلفام  
میری الفت میں ہو قتل حرنیک انجام  
دوست کیسے جو بڑے وقت میں ہم آئیں نہ کام  
اُس پر جب سخت گھڑی ہو گی تو کام آئیں گے  
لاش کیا قبر میں مہمان کی ہم جائیں گے

۱۲۴

اُس کے لاشے پر نہ جائیں یہ مروت سے ہے دور  
اُس سے ہم شاد ہوئے وہ بھی تو ہو کچھ مسرور  
قصر خلد اُس کو دکھائیں کہ ہوئے عفو قصور  
سرخو جاتا ہے دنیا سے وہ خالق کے حضور  
ایسا زی رتبہ کوئی خلق میں کم نکلے گا  
میرے مہماں کا میری گود میں دم نکلے گا

۱۲۵

یہ سخن کہہ چلے رن کو جناب شیر  
واں گرا خاک پر گھوڑے سے حربا تو قیر  
دیکھ کر شاہ کو آتے ہوئے بھاگے بے پیر  
پہنچ لاشے پر امام دو جہاں وقت آخر  
چجن ہستی مہماں کو اُجڑتے دیکھا  
اپڑیاں خاک پر زخمی کو رکڑتے دیکھا

۱۲۶

گر کے لاشے کے برابر یہ پکارے سرور  
میرے مہماں و مددگار و معین و یاور  
گر پڑا گھوڑے سے اور آہ نہ کی مجھ کو خبر  
دوست کے ہجر میں کب دوست کو چیں آیا ہے  
گُرز کیا تجھ کو لگا ٹوٹ گئی میری کمر  
کھول دے آنکھ کو بھائی کہ حسین آیا ہے

۱۲۷

واہ رے حرِ جری میں تیری ہمت کے فدا  
اس کو کہتے ہیں محبت اسے کہتے ہیں وفا  
ہے یہ پیکس تیرا شمندہ احسان بخدا  
بس یہی بھائی بھی کرتے ہیں جو کچھ تم نے کیا  
حق تعالیٰ چمن خلد میں گھردے بھائی  
اس ریاضت کا خدا تجھ کو ثمر دے بھائی

۱۲۸

آپ بیتاب ہیں آئے حرِ جری ہوش میں آ  
کوچ در پیش ہے یہ وقت نہیں غفلت کا  
دیکھ دیدارِ جگر بندِ جناب زہرا  
دم رُکا ہے تو اشارے سے وصیت کر لے  
نزاع میں نورِ الہی کی زیارت کر لے

۱۲۹

کسی آقانے کبھی کی ہے یہ تو قیر غلام  
بھائی فرماتے ہیں شفقت سے شہ عرش مقام  
دیکھ تو رحم تیرے واسطے روتے ہیں امام  
اے خوشحال خدا سب کا کرے نیک انعام  
حشر تک خلق میں یہ ذکر غم انگیز رہا  
تو بچپن کے غلاموں سے بھی کچھ تیز رہا

۱۳۰

نیم واچشم سے ہونے رُخ مولادیکھا  
زیر سر زانوئے شیر کا تکیہ دیکھا  
مسکرا کر طرفِ عالم بالا دیکھا  
شہ نے فرمایا کہ ائے حرِ جری کیا دیکھا  
عرض کی حُسنِ رُخ حور نظر آتا ہے  
فرش سے عرش تک نور نظر آتا ہے

۱۳۱

باغِ فردوسِ دکھاتا ہے مجھے اپنی بہار  
صف نہریں ہیں روای جھوم رہے ہیں اشجار  
شاخ سے میری طرف بڑھتے ہیں میوے ہربار  
حوریں لاتی ہیں جواہر کے طبق بہر نثار

ہے یہ رضوان کی صدادھیان کدھر تیرا ہے  
دکھ آئے شاہ کے مہماں یہ گھر تیرا ہے

۱۳۲

ملک الموت بھی کرتا ہے محبت کی نگاہ لوبآمد ہوئے شتر بھی پدر کے ہمراہ	مجھکو لینے چلے آتے ہے فرشتے یا شاہ خلد سے شیر خدا نکلے ہیں اللہ اللہ
نگے سرا حمد مختار کی پیاری آئی دیکھیے آپ کے نانا کی سواری آئی	

۱۳۳

پڑھیے یسلین کہ اب ہے مرادم باز بسیں لبھیتن سے نکلتی ہے میری جان حزیں	قبلہ رو کیجیے لا شہ میرا آئے قبلہ دیں کوچ زد دیک ہے ائے باد شہ عرش نشیں
بات بھی اب تو زبان سے نہیں کی جاتی ہے کچھ اور ہادیجیے مولا مجھے نیند آتی ہے	

۱۳۴

آیا ماتھے پ عرق چہرے پ زردی چھائی چل بسے حر جری پھرنہ کچھ آواز آئی	کہہ کے یہ گود میں شبیر کے لی انگڑا آئی شہ نے فرمایا ہمیں چھوڑ چلے کیوں بھائی
طا روح نے پروا کی طوبی کی طرف پُتلیاں رہ گئیں پھر کے شہ والا کی طرف	

۱۳۵

پاؤں مہماں کے سنبھالے علی اکبر آئے چیچھے پردے کے حرم کھولے ہوئے سر آئے	لاش اٹھا کے شہ دیں خیسے کے در پر آئے غل ہوا خیمہ اقدس میں کہ سرور آئے
دختر فاطمہ سامان عزا کرنے لگی فضہ پردے کے ادھر آ کے بکا کرنے لگی	

۱۳۶

میں بھی مظلوم ہوں مہماں بھی میرا ہے مظلوم  
شہزادے کئے نینبُ و اُم کلثوم  
ماں ہے یاں اس کی نخواہر یہ تمہیں ہے معلوم  
کون لاشے پے کرے نالہ و فریاد کی دھوم  
اجر ہو گا تمہیں آشکوں س جو منہ دھووگی  
اس کو یوں روؤکہ جس طرح مجھے روؤگی

۱۳۷

روئے نادان سکینہ اسے عُمُو کہہ کر  
کہہ دو گبری سے کہ ما تم کے لیے کھول دے سر  
ہم ادھر لاش پے ما تم کریں تم رواؤ دھر  
جال گزا بین کرے بانوئے تقید ہ جگر  
غل ہے فریاد کا آوازِ بکا آتی ہے  
سن لوا مانا کے بھی رونے کی صدا آتی ہے

۱۳۸

بعد مرنے کے تو ہو روح مرے دوست کی شاد  
میری جانب سے کھواش پا آئیں سجاد  
ذکر حُرسُن کے کریں آہ و فغان و فریاد  
یہ وصیت میری شیعوں کو ہے رکھیں اسے یاد  
جس عزاخانے میں وہ تعزیہ میرا رکھیں  
اُس کا ما تم بھی اُسی بزم میں برپا رکھیں

۱۳۹

حق محبت کا وفادار ادا کرتے ہیں  
دوست کے دوست کاغم دوست سدا کرتے ہیں  
غیر مر جاتا ہے گھر میں تو بکا کرتے ہیں  
فاتحہ دیتے ہیں سامان عزا کرتے ہیں  
تھایہ وہ دوست کہ جان اس پے فدا ہوتی ہے  
فاطمہ آپنا پسر کہہ کے اسے روتنی ہے

۱۴۰

آئے مدگار جگر بند پیغمبر ہے ہے  
سُن کے یہ شور ہوا جر دلاور ہے ہے  
تشنہ و پیکس مظلوم کے یاور ہے ہے  
خوں میں سب تر ہے تیراروئے منور ہے ہے

ادھر آنا تھا کہ تیریِ اجل آئی بھائی  
گھر میں سادات کے دعوت بھی نہ کھائی بھائی

۱۲۱

بُسْ أَنْبِيسْ أَبْ يَدْعَا مَانِجْ كَمَائِيْ رَبْ عِبَادْ  
لَكْهُنْوُ كَطْقَيْ كُوتْ صَدَارْ كَھْ آبَادْ  
رُونَيْ وَالَّيْ شَيْ وَالَّا كَرْ ہِيْ خَلْقِ مَيْ شَادْ  
أُنْ كَسَائِيْ مَيْ بَرْ وَمَنْدَهُوْنَ كَيْ أَوْلَادْ  
عَشْرَهْ مَاهْ عَزَانَالَّهْ كَشْتِيْ مَيْ گَزْرَهْ  
سَالْ بَھْرَشَهْ كَغَلامَوْنَ كَخَوشِيْ مَيْ گَزْرَهْ



## مرثیہ نمبر ۳

پھوٹا شفق سے چرخ پے جب لالہ زارِ صبح  
کرنے لگا فلک زرِ آنحضرت شارِ صبح

۱

گزارش بخزاں ہوا آئی بہارِ صبح  
سر گرم زکرِ حق ہوئے طاعت گزارِ صبح